اجرت تراویح کا شرعی حکم

مرتب
مولانا محمد خالد حنفی
فاضل جامعہ مطلع العلوم کوئٹہ

گوارخ پبلی کیشن کوئٹہ

نام کتاب : اجرت تراویح کا شرعی حکم

مرتب : مولانا محمد خالد حنفی

کمپوزنگ : ابو محمد

پبلشرز : گوادر پبلی کیشن کوئٹہ

صفحات : ۸۰

قیمت : ۱۰۰

رابطہ نمبر : ۰۳۳۷۹۷۳۵۵۷۴

فہرست مضامین

نمبر شمار　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　صفحات

تقریظ

استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا عبدالمالک شاہ صاحب دامت برکاتہم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وامام المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین. اما بعد!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استیجار علی الطاعات کے بارے میں عزیزم مولانا محمد خالد حنفی سلمہ ربہ نے جو لکھا ہے وہ حق کے متلاشی کیلئے کافی وافی ہے۔ احقر نے جابجا مطالعہ کیا ہے انہوں نے بہت کاوش وعرق ریزی سے کتب متقدمین اور متاخرین سے اس مسئلہ کو واضح کیا ہے **فجزاہ اللہ احسن الجزاء.**

تنقیح مسئلہ عرض کئے دیتا ہوں کہ متاخرین استیجار علی الطاعات میں امامت اذان واقامت ووعظ کی اجازت بامر مجبوری عطاء فرمایا ہے کیونکہ پہلے اسلامی حکومت قاضی امام ومؤذن وغیرہ کیلئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کرتے تھے۔ اب اسلامی حکومتیں مفقود ہیں۔ اب اگر انکو عوام تنخواہ نہ دیں اور انکا وظیفہ بند ہوجائے تو احکام اسلام کی بندش کا خطرہ ہے۔ کیونکہ کوئی شخص بغیر وظیفہ ملنے کے امامت کیلئے اور اذان وغیرہ کیلئے مفت وقت دینے اور پابندی کیلئے تیار نہیں ہوتے ہیں، اس مجبوری کی وجہ

سے متاخرین علماء کرام نے اجرت علی الامامت والاذان کے جواز کا فتوی دیا ہے، لیکن جس جگہ کوئی مجبوری نہ ہو تو اصل مذہب احناف پر عمل ہے کہ استیجار علی الطاعات جائز نہیں جیسے کہ تراویح کے پڑھانے میں حفاظ کرام کو یا ایصال ثواب میت پر اجرت لینا دینا، اسکو علماء کرام ومفتیان عظام نے ناجائز قرار دیا ہے، مرتب رسالہ سلمہ ربہ نے اپنے اس رسالہ میں (۲۳) بڑے بڑے علماء ومفتیان کرام کے فتوے جمع فرمایا ہے، اور علماء متاخرین کے فیصلے ذکر فرمائے ہیں کہ استیجار علی الطاعات مثل ایصال ثواب للمیت یا تراویح میں ختم با جرت ناجائز ہے۔

بعض حضرات نے ایک حدیث شریف سے استدلال کر کے اجرت ختم قرآن شریف تراویح میں جواز کا فتوی دیا ہے، ملاحظہ فرمائیں حدیث شریف عن انسؓ ان رجلاً من کلاب سئل النبی ﷺ عن عسب الفحل فنهاه فقال یا رسول اللہ انا نطرق الفحل فنکرم فرخص فی الکرامة. (ترمذی . مشکوٰۃ ۲۴۸ / ۱) اس محقق نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ حافظ کو ہدیہ وتحفہ کے طور پر کچھ دینا لینا اس روایت کے استدلال سے جائز قرار دیا ہے، بلکہ اس نے خود معاوضہ لینے کی تاکید کی ہے کہ تراویح کے پڑھانے میں اجرت لے لیں، لیکن حدیث کا مقصد حضرت ملا علی قاریؒ اس طرح تشریح فرماتے ہیں، ای یعطی صاحب انثٰی شیئا بطریق الکرامة والهدیة من غیر اشتراط. (حاشیه :۸، مشکوة ۲۴۸ / ۱) تو اس حدیث سے انکا استدلال جائز نہیں کیونکہ ملا علی قاریؒ نے حدیث کی تشریح

میں فرمایا ہے بغیر شرط دیا جائے۔

عموماً اس دور میں اکثر لوگ شرط نہیں لگاتے ہیں مگر عرف عام میں لوگ بھی حافظ صاحب کو بطور معاوضہ کچھ دیدیتے ہیں اور حافظ بھی اسی لالچ سے تراویح پڑھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے مفت نہیں پڑھاتے ہیں تجربتاً اگر ایک دو سال حافظ کو کچھ نہ دیدیں تو وہ اگلے سال پڑھانے کیلئے تیار نہیں ہوتا ہے، اب ایسا حافظ بہت کم حاصل ہوتا ہے کہ وہ خالص برضائے الٰہی پڑھائے، اور کچھ خواہش اور تمنا معاوضہ اور اشراف نفس نہ ہو تو اس صورت میں کچھ ہدیہ وغیرہ کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

خلاصہ: یہ کہ تراویح میں قرآن سنانا اگر بشرط معاوضہ ہو یا معاوضہ متعارف ہو تو مفتیان کرام کے نزدیک یہ ناجائز ہے۔ ہاں اگر اللہ والا حافظ ایسا مل جائے کہ صرف اللہ کی رضا کیلئے پڑھائے تمنا اجرت و اشراف نفس بھی نہ ہو اور مقتدیوں کی نیت بھی صاف ہو، تو حافظ کی خدمت کرسکتے ہیں، مگر ایسا حافظ کا ملنا مشکل ہے تو بہتر یہ ہے کہ خدمت کے بہانہ کو بالکل ختم کیا جائے، اگر ایسا حافظ نہ مل جائے تو الم ترکیف پر اکتفا کیا جائے۔

حررہ: (حضرت اقدس مولانا) محمد عبدالمالک شاہ (دامت برکاتہم)

خطیب جامع مسجد مچھ بولان

تقریظ

حضرت اقدس مولانا مفتی محمد قاسم شاہ صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم. امابعد!

آپ کا رسالہ بنام اجرت تراویح کا شرعی حکم کو پڑھ لیا الحمد للہ بہت فائدہ ہوا آج کل مسلمان طاعات اور عبادات کو اپنے عقل اور حکمت سے جانچتا ہے اس میں کیا فائدہ ہے کیا نقصان جب ہم اپنے کو مسلمان کہتے ہیں جس کا معنی ہے تسلیم کرنا بلا چون چرا کے ماننا اب اپنے عقل سے اس میں حکمتیں ڈھونڈنا اسے تسلیم نہیں کہا جاتا ہے ان احکامات میں سے ایک اجرت علی الطاعات ہے کہ اس میں بھی ہم عقل کی تقاضا کو دیکھتے ہیں ابتداء میں اجرت علی الطاعات پر حکم یہی تھا کہ ناجائز ہے جیسے امامت، مؤذنی، ودیگر لیکن بعد میں عوام الناس میں سستی پائی گئی اور بیت المال معدوم ہوگیا تو علماء نے وقت پر پابند ہونے کی وجہ سے اجرت کو جائز قرار دیا انہی مسائل میں اجرت علی التراویح بھی ہے کہ ان کے لئے بھی اجرت چاہئے یا نہیں تو یہ کتاب اس مسئلہ کے وضاحت کیلئے مولانا خالد عزیز صاحب نے مختلف کتابوں اور فتاویٰ سے زیر بحث لایا ہے اور مسئلہ کی خوب وضاحت کی ہے تمام دوست احباب سے گزارش ہے کہ اس

کتاب کو خالی الذہن ہو کر پڑھے تو بہت ہی فائدہ ہوگی۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بندہ (حضرت اقدس مولانا مفتی) محمد قاسم (شاہ صاحب دامت برکاتہم)

نزیل مسجد اقصیٰ

۱/۱۰/۲۰۱۹

تقریظ

استاذ الحدیث حضرت اقدس مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم

بسمہٖ تعالیٰ

الحمدللّٰہ و کفٰی و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، و بعد!

زیرِنظر مسودہ ''اجرت تراویح کا شرعی حکم'' مؤلف مولانا خالد حنفی کا مطالعہ کیا، ماشاء اللہ موصوف نے اکابر علمائے دیوبند کے فتاویٰ جات سے حوالے جمع کئے ہیں، اور بڑی محنت ولگن اور عرق ریزی سے مسودہ کو ترتیب دی ہے جو اس موضوع پر کام کرنے والوں کیلئے مفید ثابت ہوگا، ہماری کیا حیثیت کہ ہم ان اکابر علمائے دیوبند کے حوالہ جات پر اپنی رائے قائم کرنے یا تصدیق کرنے کی جرأت کرے یہ تو سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، بلکہ علمائے دیوبند کے اقوال تو خود ایک تصدیق کی حیثیت رکھتے ہیں۔

البتہ مؤلف صاحب کو یہ مشورہ دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس مسئلہ جزئیہ کو بجائے اس طرح شائع کرنے کے اگر ایک عام عنوان مثلاً ''اجرت علی الطاعات'' کے تحت لایا جائے (تاکہ کسی خاص شخص کی تردید یا مخالفت کا تأثر پیدا ہونے کے بجائے ایک اچھا تأثر قائم ہو) تو زیادہ بہتر رہے گا، اور ہم اپنی اس تصدیق کو مسودہ کا حصہ

بننے کی اجازت بھی اس شرط پر دیتے ہیں کہ ہماری یہ تحریر مکمل شائع ہو۔

اللہ تعالیٰ آپ کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور مفید تر بنائے۔آمین۔

والسلام

بندہ:مفتی حبیب الرحمٰن

جامعہ شمس المدارس غفور ٹاؤن کوئٹہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

الحمدللّٰہ وحدہ والصلاۃ والسلام علٰی من لانبی بعدہ .امابعد !

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے تا کہ اس کی وجہ سے کھاوے لوگوں سے، قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئے گا، کہ اس کا چہرہ محض ہڈی ہوگا، جس پر گوشت نہ ہوگا۔(شعب الایمان)۔یعنی جو لوگ قرآن شریف کو طلب دنیا کی غرض سے پڑھتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں اور ہم میں عجمی وعربی ہر طرح کے لوگ ہیں، جس طرح پڑھتے ہو پڑھتے رہو، عنقریب ایک جماعت آنے والی ہے جو قرآن شریف کے حروف کو اس طرح سیدھا کریں گے جس طرح تیر سیدھا کیا جاتا ہے یعنی خوب سنواریں گے، ایک ایک حرف کو گھنٹوں درست کریں گے اور مخارج کی رعایت میں خوب تکلف کریں گے اور یہ سب دنیا کے واسطے ہوگا، آخرت سے ان لوگوں کو کچھ بھی سروکار نہ ہوگا۔(کنزل العمال، بحوالہ فضائل قرآن)

قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا ہے نہ کہ اس لیے نازل فرمایا ہے کہ اس کے ذریعہ سے دنیا کمائی جائے بلکہ اس کے ذریعے

سے دنیا کمانے والوں کے بارے میں حدیث شریف میں سخت سے سخت وعیدیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ بعض اہل علم حضرات اپنے بیانات میں حفاظ کرام کو اس بات کی ترغیب دیتے ہیں کہ تراویح میں قرآن سناؤ اور اس کے ذریعے لوگوں سے زیادہ سے زیادہ پیسے وصول کرو۔ حالانکہ اللہ جل شانہ کا فرمان ہے: ''**وتعاونوا علی البرّ والتقویٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان.واتقوا اللّٰه.ان اللّٰه شدید العقاب** ''.(المائدۃ/۲)۔

طاعات پر اجرت لینے کے بارے میں ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان اختلاف ہے، سراج الائمہ امام المجتہدین امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ طاعات پر اجرت لینا ناجائز ہے لیکن متأخرین مشائخ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اندیشہ ضیاع دین کی بناء پر بعض طاعات (امامت، مؤذنی، تعلیم قرآن وغیرہ) پر اخذ اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ مثلاً میت کے لئے ایصال ثواب کرنا یا رمضان میں تراویح میں قرآن سنانا ان پر اجرت لینا اب بھی جائز نہیں، اس لیے کہ یہاں کوئی ضرورت اور مجبوری ہے نہیں، اگر بغیر اجرت کے تراویح میں قرآن سنانے کے لیے کوئی حافظ میسر نہ ہو تو غیر حافظ بھی بغیر اخذ اجرت کے الم ترکیف کے ساتھ تراویح پڑھا سکتا ہے۔

لہٰذا تراویح میں ختم قرآن پر اجرت مقرر کر لینا خواہ صراحۃً ہو جیسے بعض لوگ

کرتے ہیں یا بطور عرف و عادت کے ہو جیسا کہ عموماً آج کل رائج ہے دونوں صورتوں میں دینا جائز نہیں۔لیکن آج کل عموماً اس مسئلہ کے بارے میں اکثر لوگ غلطی فہمی میں مبتلا ہیں۔اور بلا سوچے سمجھے بغیر کسی تحقیق کے اجرت تراویح کو جائز قرار دیتے ہیں۔

لہٰذا اس عمومی غلطی کے ازالہ کی نیت سے میں نے ارادہ کیا کہ اس مسئلہ کو اکابرین علمائے کرام کی کتابوں سے وضاحت کے ساتھ عرض کردوں۔''الحمدللہ'' اللہ پاک نے توفیق عطاء فرمائی تو میں نے اس رسالہ کو ترتیب دی۔اور اللہ جل جلالہ سے دعاء ہے کہ اس مختصر سی کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومقبول فرمائے۔(آمین)

بندہ محمد خالد حنفی غفرلہ

۲/۸/۲۰۱۹

کلمات تشکر

اولاً میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس رسالہ کو ترتیب دینے کی توفیق عطاء فرمائی اور پھر اس کے بعد میں استاذ محترم ومکرم شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد عبدالمالک شاہ چاغوی صاحب دامت برکاتہم واستاذ محترم ومکرم حضرت اقدس مولانا مفتی محمد قاسم شاہ صاحب دامت برکاتہم واستاذ الحدیث حضرت اقدس مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے باوجود اپنے مصروفیات کے اپنے قیمتی اوقات میں سے وقت نکال کر میرے اس رسالہ کو پڑھ کر اپنے تقریظی کلمات سے اس رسالہ کو مزین فرمایا، اللہ تبارک وتعالیٰ ان حضرات کے سایہ کو بعافیت دیرپا رکھے اور میدان محشر میں اپنے عرش کے سایہ میں انہیں جگہ دے۔ (آمین ثم آمین)۔

اور نیز حضرت اقدس مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم نے احقر کو جو یہ مشورہ دیا تھا کہ اس رسالہ کو بجائے اس طرح شائع کرنے کے اگر ایک عام عنوان مثلاً ''اجرت علی الطاعات'' کے تحت لایا جائے تاکہ کسی خاص شخص کی تردید یا مخالفت کا تأثر پیدا ہونے کے بجائے ایک اچھا تأثر قائم ہو تو زیادہ بہتر رہے گا، لیکن احقر نے ان کے مشورہ پر عمل نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض حضرات نے اس مسئلہ (اجرت علی التراویح) کے بارے میں اپنا جو رائے قائم کیا ہے کہ اجرت علی التراویح جائز ہے۔ حالانکہ ان حضرات کی یہ رائے جمہور علمائے احناف واکابرین علمائے

دیوبند کی رائے کے بالکل خلاف ہے جبکہ وہ حضرات اپنی اس انفرای رائے کو (جو جمہور علماء کرام کی رائے کے بالکل خلاف ہے) مختلف ذرائع سے عام کرنے میں کسی قسم کی مخالفت وتردیدوغیرہ کے تأثر پیدا ہونے کا خوف نہیں کرتے ہیں، تو پھر ہمیں بھی جمہور علماء کرام کی رائے کو اس مسئلہ کے بارے میں رسالہ ''اجرت تراویح کا شرعی حکم'' کے نام سے شائع کرنے میں کسی قسم کی تردید ومخالفت کے تأثر پیدا ہونے کا خوف نہیں کرنا چاہیے، اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ اس رسالہ کو اسی مذکورہ نام کے ساتھ اشاعت کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ کسی خاص شخص کی تردید و مخالفت کا غلط تأثر پیدا نہیں ہوگا۔ بلکہ اس مسئلہ کے بارے میں بعض احباب سے جو کوتائی ہوئی تھی (یعنی انہوں نے جمہور کے مسلک کے خلاف عمل کیا تھا) الحمد للہ ان لوگوں نے اس رسالہ کو پڑھنے کے بعد ہمیشہ کے لیے توبہ تائب ہوگئے، اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ضد وعناد اور خواہشات نفسانی کی تابعداری سے بچائے۔ آمین۔

محمد خالد حنفی غفرلہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اجرت علی الطاعات کا شرعی حکم

اجرت علی الطاعات کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل مسلک یہ ہے کہ طاعات پر اجرت لینا جائز نہیں، چنانچہ امامت، مؤذنی اور تعلیم قرآن کی اجرت لینا جائز نہیں۔ لیکن متاخرین فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے ضرورۃً استیجار علی الطاعات کو جائز قرار دیا ہے

اسی طرح ظاہر روایت کے مطابق امام احمد، وعطاء، وضحاک بن قیس، و زہری، واسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب بھی یہی ہے۔

اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، ابوقلابہ رحمہ اللہ تعالیٰ ابن المنذر رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے جواز کے قائل ہیں۔

بخاری شریف میں ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

وعن ابی سعید قال انطلق نفرمن اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی سفرۃ سافروھاحتٰی نزلواعلی حی من احیآء العرب فاستضافوھم فابوا ان یضیفوھم فلدغ سید ذٰلک الحی فسعوا لہ بکل شیءٍ لاینفعہ شئی فقال بعضھم لو اتیتم ھٰولآء الرھط الذین نزلوا لعلہ ان یکون عند بعضھم شئی فاتوھم فقالوا: یآایھاالرھط ان سیدنالدغ وسعینا لہ بکل شئی لاینفعہ فھل عند احد منکم من شئی

فقال بعضهم نعم واللّٰه انی لارقی ولکن واللّٰه لقد استضفناکم فلم تضیفونا فما انا براق لکم حتی تجعلوا لنا جعلا فصالحوهم علٰی قطیع من الغنم فانطلق یتفل علیه ویقرأ: الحمد للّٰه رب العٰلمین فکأنمانشط من عقال فانطلق یمشی ومابهٖ قلبة قال فاوفوا هم جعلهم الذی صالحوهم علیه فقال بعضهم: اقسموا فقال الذی رقی لاتفعلوا حتی ناتی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فنذکر له الذی کان فنظر مایأمرنا. فقدموا علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فذکروا له فقال: (وما یدریک أنها رقیة ؟)ثم قال: (قد أصبتم، أقسموا واضربوا لی معکم سهما). فضحک النبی صلی اللّٰه علیه وسلم .قال أبوعبد اللّٰه : وقال شعبة : حدثنا أبو بشر : سمعت أباالمتوکل بهٰذا.

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ صحابہؓ کی ایک جماعت سفر میں گئی اورعرب کے قبائل میں سے ایک قبیلے پر اتری اور ان سے کہا کہ ہمیں مہمان بنا لولیکن ان لوگوں نے انکار کردیا (یعنی مہمانی نہ کی) پھر (اتفاق سے) اس قبیلے کے سردار کوڈس لیا گیا (یعنی بچھو یا سانپ نے کاٹ لیا) ان لوگوں نے ہر ممکن کوشش کی مگر کسی چیز نے نفع نہیں دیا تو ان قبیلے والوں میں سے بعض نے کہا ان لوگوں کے پاس چلو جو یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں شاید ان میں سے کسی کے پاس کوئی علاج (منتر) ہو چنانچہ قبیلے والے آئے اور صحابہؓ سے کہنے لگے اے جماعت والو! ہمارے سردار کوڈس

لیا گیا ہے اور ہم نے ہر ممکن کوشش کی مگر کسی چیز نے نفع نہیں دیا کیا تم میں سے کسی کے پاس کچھ علاج ہے؟ جماعت میں سے ایک صحابی نے کہا خدا کی قسم میں جھاڑتا ہوں (منتر جانتا ہوں) لیکن بخدا ہم نے تم لوگوں سے مہمان بنانے کے لئے کہا تم نے ہم کو مہمان نہیں بنایا اس لئے میں تمہارے لئے اس وقت تک منتر نہیں پڑھونگا جب تک تم کچھ معاوضہ مقرر نہ کرو آخر بکریوں کے ایک ریوڑ پر معاملہ طے ہو گیا چنانچہ یہ صحابی گئے اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر تھو کنے لگے وہ بالکل اچھا ہو گیا جیسے کوئی رسی سے بندھا ہوا ہو اور کھول دیا جائے وہ چلنے لگا اور اسے کوئی تکلیف نہیں رہی پھر قبیلے کے لوگوں نے وہ معاوضہ دیا جو طے ہوا تھا پھر بعض صحابی نے کہا اسے تقسیم کرلو اس پر جھاڑنے والے نے کہا ایسا مت کرو ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں اور سارا واقعہ بیان کریں اور دیکھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔

پھر جب سارے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے واقعہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ سورۃ فاتحہ تعویذ (منتر) ہے پھر فرمایا تم نے ٹھیک کیا تم لوگ تقسیم کرلو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصہ مقرر کرو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں اور شعبہ نے کہا ہم سے ابو بشر نے بیان کیا کہ ہم نے ابو المتوکل سے اسی طرح سنا۔ (نصر الباری شرح اردو صحیح البخاری، ج:۶ ص:۱۹۴، ۱۹۵، ط، مکتبۃ الشیخ، کراچی)

اس حدیث کی تشریح میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے مشہور واقعہ سے استدلال کیا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہیں گئے اور جا کر مہمانی طلب کی تو انہوں نے مہمانی سے انکار کر دیا۔ ان کے ہاں کسی آدمی کو سانپ نے ڈس لیا وہ اسے ان کے پاس لے آئے، انہوں نے کہا ہم اس وقت تک رقیہ نہیں کریں گے، جب تک کہ تم ہمیں کچھ اجرت نہ دو، پھر انہوں نے بکریوں کا ایک گلہ اجرت میں مقرر کیا، پھر وہ گلہ لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کس طرح ہوا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بتایا تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے لے لو اور اس میں سے مجھے بھی کچھ دیدو تاکہ ان کو پورا اطمینان ہو جائے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک:

امام شافعیؒ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اجرت علی الطاعات جائز ہے، نماز پڑھانے کی اجرت، اذان دینے کی اجرت، تعلیم قرآن کی اجرت، امام شافعیؒ ان سب کو جائز کہتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک:

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل مسلک یہ ہے کہ طاعات پر اجرت جائز

نہیں، چنانچہ امامت، مؤذنی اور تعلیم قرآن کی اجرت یہ جائز نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا استدلال:

ان کا استدلال حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ جو ابو داؤد اور ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ انہوں نے اصحاب صفہ میں سے بعض لوگوں کو کچھ تعلیم دی، بعد میں ان میں سے کسی نے ان کو کمان دیدی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ اس کمان کے بدلے اللہ تمہیں دوزخ کی ایک کمان عطا کرے تو لے لو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لینے کو جائز قرار نہیں دیا۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ طاعات پر اجرت لینا جائز نہیں، اور جہاں تک حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا واقعہ کا تعلق ہے جہاں انہوں نے رقیہ کیا اور اس کے بدلے میں انہیں بکریوں کا گلہ ملا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ اور وہ رقیہ فاتحۃ الکتاب کے ذریعہ تھا، تو اس کے بارے میں حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ یہ طاعت نہیں تھی۔ اجرت طاعات پر نا جائز ہے اور جھاڑ پھونک اگر دنیاوی مقاصد کے لئے کی جائے تو اس میں کوئی طاعت نہیں، چونکہ طاعت نہیں ہوتی اس لئے اس پر اجرت لینا بھی جائز ہے۔

لہٰذا تعویذ گنڈے اور جھاڑ پھونک کی اجرت بھی جائز ہے۔ اس واسطے کہ یہ طاعت نہیں۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینا چاہئے کہ قرآن کریم کی آیات یا سورتوں کی تلاوت اگر کسی دنیاوی مقصد کے لئے، علاج کے لئے یا روزگار حاصل کرنے یا قرضوں کی ادائیگی کے لئے کی گئی تو اس میں تلاوت کا ثواب نہیں ہوگا، لہٰذا وہ طاعت ہی نہیں، وہ ایک علاج کا ایک طریقہ ہے جو مباح ہے، چونکہ طاعت نہیں اس لئے اس پر اجرت لینا بھی جائز ہے۔ اسی واسطے تعویذ گنڈوں پر اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح جو خاص دنیاوی مقاصد کے لئے لوگ ختم وغیرہ کراتے ہیں، ان کی اجرت بھی جائز ہے اس واسطے کہ وہ طاعات ہیں ہی نہیں، اس سے اجر وثواب کا تعلق نہیں ہے بلکہ وہ ایک دنیاوی عمل ہے اس لئے اس پر اجرت لے سکتے ہیں۔

البتہ ایصال ثواب کے لئے جو ختم کیا جاتا ہے اس میں اجرت لینا جائز نہیں، کیونکہ ایصال ثواب کا مطلب یہ ہے کہ پہلے وہ عمل طاعت ہونا چاہئے، جب طاعت ہوگا تو دوسرے کو ایصال ثواب کیا جائے گا، اور طاعت کے اوپر اجرت جائز نہیں۔ حنفیہ کے نزدیک یہ تفصیل ہے۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی رقیہ کے بارے میں جو روایت ہے وہ طاعت نہیں لہٰذا اس سے استدلال نہیں ہوسکتا، اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ یا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہے جس میں کہ کمان دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جہنم کی کمان ہے تو یہ اجرت تعلیم پر تھی اور تعلیم طاعت پر ہے اسی طریقے سے ترمذی میں حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ مجھے اس بات سے منع کیا کہ کوئی ایسا مؤذن نہ رکھوں جو اذان پر اجرت لے۔
یہ تمام روایتیں حنفیہ کی دلیل ہیں۔

لیکن متأخرین حنفیہ نے ان تمام کاموں (امامت، اذان اور تعلیم قرآن) پر جائز قرار دیا۔ بعض حضرات نے یہ کہا کہ یہ جائز اس لئے کہا ہے کہ یہ اجرت جو دی جارہی ہے یہ عمل طاعت پر نہیں دی جارہی بلکہ جس وقت پر دی جارہی ہے کہ اپنا وقت محبوس کیا ہے لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ حنفیہ نے اس باب میں ضرورت کی وجہ سے شافعیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور ضرورت کی وجہ سے دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ یہاں شافعیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔

ضرورت یہ تھی کہ اگر یہ کہہ دیں کہ کوئی اجرت نہیں ملے گی تو پھر نہ تو نماز کے لئے امام ملے گا، نہ کوئی مؤذن ملے گا، نہ کوئی پڑھانے والا ملے گا تو اس ضرورت کے تحت ایسا کردیا۔ لہٰذا جہاں یہ ضرورت ہے وہاں جواز ہے جہاں ضرورت نہیں وہاں جواز بھی نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ تراویح پڑھانے کے لئے حنفیہ نے بھی جائز نہیں کہا ہے۔ تراویح میں حافظ کو اجرت نہیں دی جاسکتی، اس لئے کہ تراویح کے اندر ختم قرآن کوئی ضرورت نہیں ہے، اگر اجرت کے بغیر سنانے والا کوئی حافظ نہ مل رہا تو ''الم تر کیف'' سے پڑھ کر تراویح پڑھادو۔ اس واسطے وہاں اجرت جائز نہیں۔ (انعام الباری، ج: ۶، ص: ۴۶۹ تا ۴۷۱، ط، مکتبۃ الحراء، کراچی)

شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا سلیم اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ شرح بخاری میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے اصحاب کے نزدیک طاعت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، یعنی ہر وہ عبادت جو مسلمان کے ساتھ مخصوص ہے، اس پر اجارہ ہمارے نزدیک جائز نہیں یہی مذہب ظاہر روایت کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ، عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ، ضحاک بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ، زہری رحمہ اللہ تعالیٰ، اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، ابوقلابہ رحمہ اللہ تعالیٰ، ابن المنذر رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے جواز کے قائل ہیں۔

طائفہ ثانیہ یعنی حضرات مجوّزین کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت مذکورہ ہے جو کہ امام بخاریؒ نے بطور تعلیق کے ذکر فرمائی ہے:

”أحق ما اخذتم علیه أجراً کتاب الله“ ہے یعنی: ”سب سے زیادہ تم جس پر اجرت لینے کے حق دار ہو، وہ کتاب اللہ ہے“۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تعلیق کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الطب میں موصولاً ذکر کیا ہے۔

اور ان حضرات کی ایک دلیل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتِ باب ہے۔

اس کا جواب احناف اور دیگر حضرات کی طرف سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات رقیہ کے بارے میں ہیں اور اس میں اجرت لینا تو ہمارے یہاں بھی جائز ہے، اس لئے کہ یہ ازقبیلِ تعلیم وعبادت نہیں ہے بلکہ ازقبیلِ مداوات وعلاج ہے اور اس پر اجرت لینا سبھی کے یہاں جائز ہے۔

احناف و دیگر حضرات کے مزید دلائل:

۱۔حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے اہل صفہ میں سے بعض کو قرآن مجید اور کتابت سکھلائی، مجھے ان میں سے کسی نے ایک کمان پیش کی، میں نے سوچا کہ یہ معمولی سی چیز ہے اور پھر میں جہاد میں اس سے کام لوں گا، اس خیال سے میں نے اس کو لے لیا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان کنت تحب أن تطوق طوقاًمن نار فاقبلها" یعنی: "اگر تم یہ چاہتے ہو کہ جہنم کی آگ کا ایک طوق تمہیں پہنایا جائے تو لے لو"۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اجرت علی الطاعات جائز نہیں۔

۲۔حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ وہ آخری بات جس کا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہد لیا، یہ تھی کہ میں اذان کے لئے کبھی بھی ایسا مؤذن مقرر نہ کروں جو کہ اذان پر اجرت لیتا ہو۔

۳۔حضرت عبد الرحمٰن بن شبل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: "اقروا القرآن" اور اس میں آخر

میں ہے: ”ولا تأکلوا به“.

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت باب الرقیہ والدواء والعلاج سے متعلق ہیں اور یہ مذکورہ روایات، تعلیم وعبادت سے متعلق ہیں اور ان میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجرت لینے سے منع فرمایا ہے۔

متأخرین احناف کا فتویٰ:

لیکن پھر انقلاباتِ زمانہ اور تغیر احوال کی وجہ سے، بامر مجبوری حضراتِ احناف نے استحساناً جواز کا فتویٰ دیا، اس لئے کہ اس زمانے میں دینی امور کے سلسلے میں سستی، لاپرواہی اور غفلت کا دور دورہ ہے اگر اذان، امامت، تعلیم قرآن وغیرہ امور میں عقد اجارہ کو ممنوع قرار دیا جائے تو حفظ قرآن اور دینی تعلیم کے سلسلے ختم ہوجانے کا اندیشہ ہے اور اب اسی جواز کے قول پر مشائخ کا فتویٰ ہے۔ (کشف الباری عما فی صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب، مایعطی فی الرقیۃ علی احیاء العرب بفاتحۃ الکتاب، ص:۲۰۹ تا ۲۱۱، ط، مکتبہ فاروقیہ، کراچی)

حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

(ولاتشتروا بِاٰیٰتی ثمناً قلیلاً) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے میں قیمت لینے کی ممانعت کا مطلب وہ ہی ہے جو آیت کے سباق وسیاق سے

معلوم ہوتا ہے، کہ لوگوں کی مرضی اور ان کی اغراض کی خاطر اللہ تعالیٰ کی آیات کا مطلب غلط بتلا کر یا چھپا کر لوگوں سے پیسے لئے جائیں، یہ فعل باجماع امت حرام ہے۔

رہا یہ معاملہ کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی آیات صحیح صحیح بتلا کر یا پڑھا کر اس کی اجرت لینا کیسا ہے؟ اس کا تعلق آیت مذکورہ سے نہیں، خود یہ مسئلہ اپنی جگہ قابل غور و بحث ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت و معاوضہ لینا جائز ہے یا نہیں، فقہاء امت کا اس میں اختلاف ہے امام مالکؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ جائز قرار دیتے ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہؒ اور بعض دوسرے ائمہ منع فرماتے ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو ذریعہ کسب معاش کا بنانے سے منع فرمایا ہے۔

لیکن متأخرین حنفیہ نے بھی جب ان حالات کا مشاہدہ کیا، کہ قرآن مجید کے معلمین کو اسلامی بیت المال سے گذارہ ملا کرتا تھا، اب ہر جگہ اسلامی نظام میں فتور کے سبب ان معلمین کو عموماً کچھ نہیں ملتا، یہ اگر اپنے معاش کے لئے کسی محنت مزدوری یا تجارت وغیرہ میں لگ جائیں تو بچوں کو تعلیم قرآن کا سلسلہ یکسر بند ہو جائے گا، کیونکہ وہ دن بھر کا مشغلہ چاہتا ہے، اس لئے تعلیم قرآن پر تنخواہ لینے کو بضرورت جائز قرار دیا، جیسا کہ صاحب ہدایہ نے فرمایا ہے کہ آجکل اسی پر فتویٰ دینا چاہئے، کہ تعلیم قرآن پر اجرت و تنخواہ لینا جائز ہے، صاحب ہدایہ کے بعد آنے والے دوسرے فقہاء نے بعض ایسے ہی دوسرے وظائف جن پر تعلیم قرآن کی طرح دین کی بقاء موقوف ہے، مثلاً

امامت واذان اور تعلیم حدیث وفقہ وغیرہ کو تعلیم قرآن کے ساتھ ملحق کر کے ان کی بھی اجازت دی (درمختار، شامی)۔

علامہ شامیؒ نے درمختار کی شرح میں اور اپنے رسالہ شفاء العلیل میں بڑی تفصیل اور قوی دلائل کے ساتھ یہ بات واضح کر دی ہے کہ تعلیم قرآن وغیرہ پر اجرت لینے کو جن متاخرین فقہاء نے جائز قرار دیا ہے اس کی علت ایک ایسی دینی ضرورت کے مواقع میں محدود رکھنا ضروری ہے، اس لئے مردوں کو ایصال ثواب کیلئے ختم قرآن کرانا یا کوئی دوسرا وظیفہ پڑھوانا اجرت کے ساتھ حرام ہے، کیونکہ اس پر کسی عام دینی ضروت کا مدار نہیں، اور اجرت لیکر پڑھنا حرام ہوا تو اس طرح پڑھنے والا اور پڑھوانے والا دونوں گناہگار ہوئے، اور جب پڑھنے والے ہی کو کوئی ثواب نہ ملا تو میت کو وہ کیا پہنچائے گا، علامہ شامیؒ نے اس بات پر فقہاء کی بہت سی تصریحات تاج الشریعہ، عینی شرح ہدایہ، حاشیہ خیر الدین بر بحر الرائق وغیرہ سے نقل کی ہیں، اور خیر الدین رملی کا یہ قول بھی نقل کیا کہ ایصال ثواب کے لئے قبر پر قرآن پڑھوانا یا اجرت دے کر ختم قرآن کرانا صحابہؓ وتابعینؒ اور اسلاف امتؒ سے کہیں منقول نہیں، اس لئے بدعت ہے (شافی، ص ۴۷، ج ۱)۔ (معارف القرآن، ج: ۱، ص: ۲۰۷، ۲۰۸، ط، مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

استاذ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

استیجار علی الطاعات میں اختلاف علماء:

مسئلہ مختلف فیہ ہے یوں طاعۃ مجردہ مثلاً تلاوت قرآن پر اجرت لینا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں البتہ ضرورت کی چیزوں میں اختلاف ہے چنانچہ امام مالکؒ کے نزدیک اذان و اقامت تعلیم قرآن وغیرہ امور دینیہ پر اجرت لینا جائز ہے، شافعیہ کا بھی قول اصح یہی ہے اور حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک جائز نہیں لیکن متاخرین احناف نے ضرورۃً استیجار علی الطاعات کو جائز قرار دیا ہے، کوکب الدری میں لکھا ہے کہ قراءت قرآن فی التراویح پر اجرت لینا جائز نہیں اسی طرح ایصال ثواب للمیت پر ختم قرآن کی اجرت بھی جائز نہیں اسلئے کہ طاعات پر اخذ اجرت کو متاخرین نے دینی ضرورت و مصلحت کی بناء پر جائز قرار دیا ہے اور یہاں کوئی ضرورت اور مجبوری ہے نہیں اسلئے کہ تراویح میں ختم قرآن کوئی ضروری نہیں، غیر حافظ بھی بغیر اخذ اجرت کے تراویح پڑھا سکتا ہے اور عرف الشذی میں لکھا ہے کہ قاضیخان میں ہے کہ قدیم زمانے میں اسلامی حکومت میں علماء ومؤذنین کیلئے بیت المال سے وظائف مقرر تھے بخلاف اس زمانہ کے، لہٰذا اذان وغیرہ پر اجرت جائز ہے اور اس میں خروج عن المذہب بھی نہیں بخلاف صاحب ہدایہ کہ ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قول بالجواز خروج عن المذہب ہے، صاحبِ عرف الشذی کہتے ہیں کہ زیادہ قابل اعتماد بات قاضیخان کی ہے، اسکے بعد جاننا چاہئے کہ اس مسئلہ میں حدیث الباب سے حنفیہ کی تائید ہوتی ہے...الخ۔

نیز عرف الشذی میں لکھا ہے کہ ختم قرآن اور ختم بخاری اگر اپنی کسی دنیوی غرض کے لئے ہے تب تو اس پر اجرت لینا جائز ہے البتہ اگر ختم امور دین کیلئے ہو جیسے ایصالِ ثواب وغیرہ تو اجرت لینا جائز نہیں۔(الدر المنضود علی سنن ابی داؤد، ج:۲،ص: ۱۱۵،۱۱٦، ط،مکتبۃ الشیخ،کراچی)

قال شيخ الاسلام محمد تقى العثمانى دامت بركاتهم:مسالة الأجرة على تعليم القرآن والرقية به:

استدل الشافعية و المالكية بحديث الباب على جواز تعليم القرآن بأجرة، وهو مذهب أبى قلابة وأبى ثور وابن المنذر، واستدلوا بحديث سهل بن سعد حيث قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((زوجنتكها بما معک من القرآن)) وقد مضى الحديث فى كتاب النكاح. قالوا: اذا جاز تعليم القرآن عوضاًفى باب النكاح وقام مقام المهرجاز أخذ الأجرة عليه فى الاجارة.

وقال أبو حنيفة وأحمد: لا يجوز أخذ الأجرة على تعليم القرآن، وبه قال عطاء، والضحاک بن قيس، والزهرى، والحسن، وابن سيرين، وطاؤوس، والشعبى، والنخعى، واسحاق، كما حكى عنهم ابن قدامة فى المغنى(٦ : ١٤٠) واستدلوا على ذلک بما يأتى :

١ . قوله تعالىٰ : ((ولاتشتروا بآياتي ثمنا قليلاً)). وهو

استدلال ضعیف،لأن السیاق فی تحریف الآیات .

۲ . عن عبادة بن الصامت رضی اللّٰه عنه قال:((علمت ناساً من أهل الصفة الکتاب والقرآن، فأهدی الیّ رجل منهم قوساً، فقلت: لیست بمال وأرمی عنها فی سبیل اللّٰه عزّوجلّ، لآتینّ رسول اللّٰه ﷺفلأسالنّه، فأتیته، فقلت:یارسول اللّٰه ! رجل أهدی الیّ قوساً ممن کنت أعلّمه الکتاب والقرآن، ولیست بمال وأرمی عنها فی سبیل اللّٰه . قال ان کنت تحبّ أن تطوّق طوقاً من نار فاقبلها)) أخرجه ابوداؤد فی أول الاجارة، (رقم: ۳۴۱۶) ، وابن ماجه فی التجارات، باب الأجر علی تعلیم القرآن، (رقم: ۲۱۷۵). وفی روایة أخری لأبی داؤدأن رسول اللّٰه ﷺ قال له:((جمرةبین کتفیک تقلدتها)).

وفی أسناد هذا الحدیث المغیرة بن زیاد تکلم فیه أحمد والبخاری وأبو حاتم، وثقه ابن معین والعجلی، وفیه ایضاًالأسود بن ثعلبة،قال فیه ابن المدینی: لایعرف، ولاأحفظ عنه غیر هذا الحدیث. ولکن قال الحافظ فی التهذیب (۱ :۳۳۸):((قلت: ذکره ابن حبان فی الثقات(وفیه أن مجرد ابن حبان أحداً فی الثقات لاینافی جهالته، لأن من عادة ابن حبان أنه یذکر المجاهیل فی الثقات) وأخرج الحاکم له فی المستدرک هذا الحدیث وقال: انه شامیّ معروف))

وذکر شیخنا فی اعلاء السنن (۱٦ : ۱٧۱) عن ابن عبد البر أنه قال فی هذا الحدیث : ((حدیث معروف عند أهل العلم، لأنه روی عن عبادة من وجهین، وقد حفظ عن الأسود بن ثعلبة ثلاثة أحادیث أخر))

۳. عن أبی بن کعب قال: ((علّمت رجلاً القرآن فأهدی الی قوسا،فذکرت ذلک للنبیّ ﷺ فقال: ان أخذتها أخذت قوساًمن نار، فرددتها)) أخرجه ابن ماجه، (رقم: ۲۱٧٦) وذکر الهیثمی فی زوائد ابن ماجه أن فی اسناده اضطراباً، وأعلّ أیضا بأن عبد الرحمٰن بن سلم لیس بمشهور، وبأن عطیة الکلاعی لم یسمع من ابیّ بن کعب، ولکن ذکر ابن الترکمانی فی الجوهر النقیّ (۲:۳۸) أنه روی عن أبی بن کعب بأوجه متعددة، وأخرجه الذهبی من طریق أبي ادریس الخولانیّ عن ابیّ، و قال: هذا مرسل جیّد الاسناد.

۴. عن عبد الرحمٰن بن شبل قال: سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول: ((اقرؤوا القرآن ولاتأکلوا به)) أخرجه أحمد فی مسنده (۳: ۴۲۸)، وکذلک رواه ابن أبی شیبة وعبد الرزاق، وعبد بن حمید، وأبویعلی، والطبرانی، واسحاق بن راهویه،کما حکی عنهم الزیلعی فی نصب الرایة (۴:۱۳٦).

۵. عن أبی درداء أن رسول اللّٰه ﷺ قال: ((من أخذ قوساً

علـى تـعليم القرآن قلّده اللّٰه من نار)) ذكره الزيلعى فى نصب الراية (۱۳۸:۴) عـن التـنـقيـح، و ذكـرأنـه رواه عثـمان بن سعيد الدارمى بسنده .

۲ . عـن عثـمـان بن أبى العاص قال:((أن من آخر ماعهد الیّ رسـول الـلّٰـهﷺ أن أتـخـذ مـؤذنـاًلايـأخذعلى أذانه أجراً)) أخرجه التـرمـذى فـي أبـواب الأذان، (رقـم: ۲۰۹)، وقـال: حديـث حسن صحيح.

وقـال الـعيـنى بعد نقل هذه الأحاديث ”وهذه الأحاديث وان كـان فـى بـعـضهـا مـقـال، لكنهايؤكد بعضها بعضاً، ولا سيما حديث الـقـوس فـانـه صـحيـح كما ذكرنا، واذا تعارض نصان أحدهما مبيح والآخـرمـحـرم يـدل عـلـى الـنسخ، وكذلك الكلام في حديث أبى سعيد الخدرى ....وأجاب ابن الجوزى ناقلاً عن أصحابه عن حديث أبـى سـعيـد ثـلاثة أجـوبة، أحـدهـا : أن الـقوم كانوا كفاراً فجاز أخذ أمـوالهم، والثانى: أن حق الضيف واجب ولم يضيفوهم، والثالث: أن الرقية ليست بقربة محضة، فجاز أخذ الأجرة عليها، وقال القرطبى : ولا نسلم أن جواز أخذ الأجرفى الرقى يدل على جواز التعليم بالأجر وقـال بعض أصحابنا: ومعنى قوله ﷺ : ان أحق ما أخذتم عليه أجراً

كتاب اللّٰه (كما ورد في بعض الروايات في حديث أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه) يعني اذا رقيتم به وراجع عمدة القارى (٥ : ٢٦٩).

وقصر الامام أحمد الكراهة على الطاعات التي يختص فاعلها بكونه من أهل القربة، يعني أنه يشترط كونه مسلماً، كالامامة والأذان والحج وتعليم القرآن، فأما ما لا يشترط فيه كون الفاعل مسلماً، فيجوز الاستيجار عليه كتعليم الخط والحساب والفقه و الحديث راجع له لابن قدامة (٦ : ١٤٣).

هذا أصل المذهب عند الحنفية والحنابلة، ولكن أفتى المتأخرون من الحنفية في هذا الباب بقول الشافعية للضرورة، لما يخشى على هذه الوظائف الدينية من الضياع كما في الهداية وغيرها، وكذلك روي عن الامام أحمد أنه قال: "التعليم أحبّ اليّ من أن يتوكل لهؤلاء السلاطين ومن أن يتوكل لرجل من عامة الناس في ضيعة، ومن أن يتسدين ويتجر ، لعله لايقدر على الوفاء فيلقى اللّٰه تعالىٰ بأمانات النا س، التعليم أحبّ اليّ". نقله ابن قدامة في المغنى (٦ : ١٤٠) ثم قال: "هذا يدل على أن منعه منه في موضع منعه للكراهة، لاللتحريم" .

وقـال شيـخ مشـايـخـنـا الأنـور رحـمـه اللّٰه تعالٰى فى العرف الشـذيّ (ص:۱۱۴ فـى أبـواب الأذان): ’’نهـى الـمتقدمون عن أخذ الأجـرة عـلـى الأذان والامـامة والتـعـليم، وأجازالمتأخرون، وظاهر الهـداية أن القول بالجواز خروج من المذهب، وأنه قيل به للضرورة، وقـال : ان مثـار الـنهـى أن التعليم متفاوت بحسب أفهام المخاطبين، فـلايـنـضبـط. وفـى قـاضى خان أن فى الزمان القديم كانت الوظائف مـقررة فى بيت المال للعلماء والمؤذنين بخلاف هذا الزمان، فيجوز الأجـرة فـلا يـلزم الخروج عن المذهب، والاعتماد على قاضى خان فان مرتبته عالية كما صرح به قاسم بن قطلوبغا‘‘ .

عبارة قاضيخان فى فتاواه(۲:۲۹۷): كالتالي :’’وقال الشيخ الامـام أبـو بـكـر مـحـمد بن الفضل رحمه اللّٰه : انما كره المتقدمون الاستيـجـار لتـعـليـم الـقرآن وكرهوا أخذ الأجرعلى ذلك لأنه كان لـلـمـعـلمين عطيات فى بيت المال فى ذلك الزمان وكان لهم زيادة رغبة فـى أمـر الـديـن اقـامة الـحسبة ، وفـى زمـاننا انقطعت عطياتهم وانتـقـصـت رغـائـب الـنـاس فـى أمر الآخرة، فلو اشغلوا بالتعليم مع الـحـاجةالـى مـصـالـح الـمـعـاش يـختل معاشهم قلنا بصحة الاجارة ووجوب الأجرة للمعلم،بحيث لو امتنع الوالد عن اعطاء الأجر حبس

فیه، وان لم یکن بینهما شرط یؤمر الوالد بتطییب قلب المعلم و ارضائه، وهذا بخلاف المؤذن والامام، لأن ذلک لایشغل الامام و المؤذن عن أمر المعاش، وقال الشیخ الامام شمس الأئمه السرخسی رحمه اللّٰه تعالیٰ: ان مشایخ بلخ رحمهم اللّٰه تعالیٰ جوزوا الاجارة علی تعلیم القرآن، وأخذوا فی ذلک بقول أهل المدینة" .

وهذه العبارة صریحة فی أن مشایخ الحنفیة الذین أفتوا بجواز الاجارة علی تعلیم القرآن انما أفتوا بذلک علی قول أهل المدینة وما ذکر قاضی خان من قول الامام محمد بن الفضل لا ینافی ذلک فانه بیان للضرورة التی أفتوا لأجلها بقول المالکیة والشافعیة، فلم یتضح لی وجه ماذکره الشیخ فی العرف الشذیّ من أنه لایلزم علی قول قاضی خان الخروج من المذهب. واللّٰه سبحانه اعلم. (تکملة فتح الملهم بشرح صحیح مسلم، ج: ۴، ص: ۲۸۷تا ۲۹۰، ط، داراحیاء التراث العربی بیروت، لبنان)

قطب الاقطاب حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ الکوکب میں فرماتے ہیں:

حدیث باب احناف کا مستدل ہے: (کرهوا ان یاخذ علی الاذان اجرا) یہ حدیثِ باب شافعیہ کے مذہب کے خلاف ہے کہ ان کے نزدیک قرآن کی

تعلیم پر مشاہرہ اور اجرت لینا جائز ہے لیکن شوافع یہ جواب دے سکتے ہیں کہ حدیث باب میں یہ حکم ہے کہ متولی ایسا مؤذن نہ رکھے، مؤذن کو اجرت لینے سے منع فرمایا لہٰذا قرآن کی تعلیم اور وعظ ونصیحت پر اجرت لینا ان کے مذہب میں جائز ہے۔ ہمارے علماء احناف کے متقدمین نے ان احادیث کے پیشِ نظر اذان وغیرہ پر اجرت کو منع فرمایا لیکن متاخرین حنفیہ نے ضرورت کی وجہ سے اس کو جائز قرار دیا لہٰذا ہمارے مذہب میں بھی تعلیم القرآن، وعظ اور اذان پر اجرت لینا جائز ہے۔

تراویح میں قرآن سنانے والے کو اجرت لینا ناجائز ہے:

لیکن تراویح میں قرآن سنانے پر اجرت لینا ناجائز ہے اسی طرح مردوں کو ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی کرنے والوں کو اجرت لینا حرام ہے کیونکہ اس میں کوئی ضرورت نہیں کیونکہ تراویح میں غیر حافظ کو بھی امام بنایا جاسکتا ہے تو ایسا غیر حافظ امام جو اجرت نہ لے چھوٹی سورتیں تراویح میں پڑھادے جو اسے یاد ہوں۔

ایک اہم اشکال اور اسکا جواب: قرآن کو تراویح میں ایک دفعہ ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے لہٰذا اس کی ضرورت کیوں نہیں سمجھا جاتا؟ جواب:

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ:

اصل مخطوطہ میں اس طرح لفظ جواب کے بعد خالی جگہ ہے۔ میرے نزدیک

بہترین جواب یہ ہے کہ تراویح میں ایک بار قرآن ختم کرنا سنت موکدہ نہیں ہے بلکہ نفس تراویح کا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور باجماعت پڑھنا سنت علی الکفایہ ہے جیسا کہ اہل فروع نے اس کی تصریح کی ہے۔اور تراویح میں ایک دفعہ پورا قرآن ختم کرنا اس کو سنت تو تسلیم کیا جا سکتا ہے لیکن یہ سنت مؤکدہ نہیں کیونکہ فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر پورا قرآن پڑھنے میں لوگ سستی برتیں تو تراویح میں اتنا پڑھے جو انکی اکتاہٹ کا باعث نہ ہوتا کہ وہ تراویح ہی نہ چھوڑ جائیں لہٰذا جب ان کی اکتاہٹ کے خیال سے ختم قرآن کو چھوڑا جا سکتا ہے تو لوگوں کے ختم قرآن کی رعایت میں وہ حنفیہ کے مذہب کو چھوڑ کر اس ختم قرآن فی التراویح پر اجرت لینے کا قول کیسے درست ہوسکتا ہے؟ (الکوکب الدری مترجم، ج:۲،ص:۱۷۲، مکتبۃ الشیخ کراچی)

(قوله كرهوا أن يأخذ على الأذان أجرا) هذا يرد على الشافعية مذهبهم فى تجويز أخذ الاجرة على القرآن الا أن لهم أن يعتذروا بورود النص ههنا فى الترك فان الاستئجار على الطاعات من تعليم القرآن والوعظ وأمثاله جائز عندهم ومنعه المتقدمون من علمائناذهاباًاِلٰى أمثال هذه الروايات وجوزه المتأخرون منهم ضرورة فيجوز أخذ الأجرة على تعليم القرآن والوعظ والتأذين و لا يجوز فى قراء ة القرآن فى التراويح وعلى القبور لعدم الضرورة فيهما لاجراء امامة غير الحافظ فيصلى بهم من لا يأخذ الأجر بسور قصار يحفظها

فان قیل ان ختم القرآن مرة سنةمؤكدة فهلا تعد اقامتهاضرورة قلنا.

وقال العلامة المحدث الشيخ محمد زكريا الكاندهلوى رحمه اللّٰه تعالٰى فى حاشية الكوكب:

بياض فى الأصل بعد ذلك، والاوجه عندى فى الجواب أن الختم فيها ليس بسنة مؤكدة بل السنة المؤكدة هى التراويح فقط حتى الجماعة فيها أيضا سنة على الكفاية كما صرح به أهل الفروع وأما ختم القرآن فهو ان كا ن سنة لكنها ليست بمؤكدة فانهم صرحوا بأن القوم ان مل بالختم قرأ بقدر مالايؤدى الٰى تنفير هم فاذا ترك بملالهم فأولى أن لايترك له المذهب .(الكوكب الدرى على جامع الترمذى، ج: ا ،ص: ۲۳۵ ،ط،ندوة العلماء لكهنؤ، هند)

عن عثمان بن ابى العاص ،قال: ان من آخر ماعهد الىّ رسول اللّٰه ﷺ أن اتخذ مؤذناً لايأخذ علٰى اذانه أجرا.

ترجمہ: عثمان بن ابی العاصؓ کہتے ہیں: آخری پیمان جو نبی ﷺ نے مجھ سے لیا تھا کہ میں ایسا شخص مؤذن رکھوں جو اذان پر اجرت نہ لے۔

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب دامت برکاتہم اس مذکورہ بالا حدیث کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:

اس حدیث سے علماء نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ عبادات محضہ پر اجرت لینا

جائز نہیں۔ مگر جب احوال بدلے خلافتِ عباسیہ ڈانواڈول ہوگئی اور اسلام پھیلتا ہوا دارالاسلام سے دارالکفر تک پہنچا اور دینی کام کرنے والوں کی کفالت کرنے والا کوئی نہ رہا تو بدلے ہوئے حالات میں متأخرین علماء نے دین کے ان کاموں پر جن کے ساتھ اسلام کی شان وابستہ ہے اجرت لینے کے جواز کا فتوی دیا، اور آج تک یہی فتوی چل رہا ہے، کیونکہ ابھی حالات سدھرے نہیں۔ جب حالات پلٹ جائیں گے اور اسلام کی سابقہ شان وشوکت لوٹ آئے گی اس وقت عدم جواز کا فتوی دیا جائے گا۔

اور متأخرین نے بدلے ہوئے حالات میں یہ جو دوسرا فتوی دیا ہے یہ شریعت کی تبدیلی نہیں، کیونکہ اس کی اصل موجود ہے۔ جب عدم جواز کا فتوی تھا اس وقت بھی دینی کام کرنے والوں کی کفالت حکومت کیا کرتی تھی۔ علماء کو جاگیریں اور وظیفے دیئے جاتے تھے، اور وہ وظیفے بیت المال سے دیئے جاتے تھے۔ اور بیت المال لوگوں کے جیبوں سے جمع ہوتا تھا، پھر جب بیت المال کا نظام کمزور پڑ گیا یا درہم برہم ہوگیا تو متأخرین علماء نے دینی کام کرنے والوں کا خرچہ بلاواسطہ لوگوں کی جیبوں پر ڈال دیا۔ یہ خرچہ پہلے بھی لوگوں کے ذمہ تھا اب بھی انہیں کے ذمہ ہے۔ بس اتنا فرق ہے کہ پہلے درمیان میں حکومت کا واسطہ تھا اب وہ واسطہ باقی نہیں رہا۔

البتہ دین کے وہ کام جن کے ساتھ اسلام کا نظام وابستہ نہیں مثلاً میت کے لئے ایصال ثواب کرنا یا رمضان میں تراویح میں قرآن سنانا ان پر اجرت لینا اب بھی جائز نہیں۔ (تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی، ج:۱ص:۵۳۲، ط، زمزم پبلشرز، کراچی)

حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم ایک دوسری جگہ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ:

حنفیہ کے نزدیک طاعات مقصودہ کا اجارہ باطل ہے، کیونکہ ایسے لوگوں کی حکومت کفالت کرتی تھی، مگر جب اسلامی حکومت کمزور ہوگئی اور ان کی کفالت کرنے والا کوئی نہ رہا تو حنفیہ نے فتوی بدلا اور کہا کہ ایسی طاعات جن کے ساتھ نظام اسلامی وابستہ ہے ان کا اجارہ جائز ہے، کیونکہ ان کاموں کے لئے اگر آدمی نہیں رکھے جائیں گے تو سارا نظام درہم برہم ہوجائے گا، اور جن طاعات کے ساتھ اسلامی نظام وابستہ نہیں، جیسے ایصال ثواب کے لئے قرآن پڑھوانا، یا رمضان میں تراویح میں قرآن سنانے کا اجارہ اب بھی باطل ہے، کیونکہ اس کے ساتھ نظام اسلامی جڑا ہوا نہیں، اگر کوئی قرآن سنانے والا نہیں ہوگا تو کوئی بھی چھوٹی سورتوں سے تراویح پڑھا دے گا۔
(تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج:۵، ص:۳۲۲، ط، مکتبہ حجاز دیوبند)

شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور حضرت اقدس مولانا محمد عثمان غنی دامت برکاتہم شرح بخاری میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

رقیۃ: بمعنی تعویذ، جمع رقی ایعنی ہر وہ کلام جس سے مرض، سحر اور بھوت وجن کے اثر سے شفا چاہی جاتی ہے، قرآن مجید کی آیت پڑھ کر دم کرنے کی اجرت جائز ہے اسی طرح ایسے تعویذات نقش لکھ کر دینے کی اجرت بھی جائز ہے بشرطیکہ مشرکانہ منتر نہ ہو، البتہ قرآن شریف کی تعلیم یا کسی بھی طاعت کی اجرت جائز نہیں مگر حضرات

متاخرین رحمہم اللہ نے بضرورت دین کی بقاء وتحفظ کے لئے اجازت دی ہے اور وہ بھی صرف ان ہی طاعات میں جن میں ضرورت ہے۔

آجکل جو حفاظ تراویح کے لئے اجرت طے کرتے ہیں اور اجرت پر سناتے ہیں یہ بالکل ناجائز ہے، نیز اگر اجرت طے نہ بھی کریں اور معلوم ہو کہ یہاں تراویح سنانے پر روپئے دئے جاتے ہیں یعنی بغیر طے کے بھی تراویح کی اجرت جائز نہیں، اگر اجرت کے بغیر حافظ نہ ملے تو سورہ تراویح پڑھ لینا کافی ہوگا۔ واللہ اعلم ۔(نصر الباری شرح اردو صحیح البخاری، ج:۶، ص:۱۹۴، ط، مکتبۃ الشیخ، کراچی)

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اصل مذہب کے مطابق مطلقاً عبادات پر اجرت لینا جائز نہیں، خواہ کوئی بھی عبادت ہو، لیکن متأخرین علماء کرام نے دین کے ان کاموں پر جن کے ساتھ اسلام کی شان وابستہ ہے اجرت لینے کے جواز کا فتوی دیا ہے، اس لئے کہ اس زمانے میں دینی امور کے سلسلے میں سستی، لاپرواہی اور غفلت کا دور دورہ ہے اگر اذان، امامت، تعلیم قرآن وغیرہ امور میں عقد اجارہ کو ممنوع قرار دیا جائے تو حفظ قرآن اور دینی تعلیم کے سلسلے ختم ہوجانے کا اندیشہ ہے اور اب اسی جواز کے قول پر مشائخ کا فتویٰ ہے، البتہ دین کے وہ کام جن کے ساتھ اسلام کا نظام وابستہ نہیں مثلاً میت کے لئے ایصال ثواب کرنا یا رمضان میں تراویح میں قرآن سنانا ان پر اجرت لینا اب بھی جائز نہیں، اسلئے کہ طاعات پر اخذ اجرت کو متاخرین نے دینی ضرورت ومصلحت کی بناء پر جائز قرار دیا ہے اور یہاں کوئی ضرورت اور مجبوری ہے نہیں اسلئے کہ تراویح میں ختم قرآن کوئی

ضروری نہیں، غیر حافظ بھی بغیر اخذ اجرت کے تراویح پڑھا سکتا ہے۔

لہٰذا اس سلسلے میں مزید اہل فتوی حضرات کی فتاوی جات ملاحظہ فرمائیں:

اجرت تراویح کی حرمت کے بارے میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

سوال: حافظوں کو نماز تراویح میں قرآن اجرت پر سنانا اور اجرت مقرر کری ہو یا نہ کری ہو لینا کیسا ہے زید کہتا ہے کہ اجرت لینا منع ہے اور عمرو کہتا ہے کہ جیسے اجرت اذان و اقامت و امامت درست ہے ویسے ہی قرآن سنانے پر درست ہے۔ صحیح کس طور پر ہے۔

جواب: حافظوں کو اجرت پر قرآن سنانا حرام ہے اور اجرت بھی ناجائز ہے اذان و امامت اور تعلیم و وعظ اس کو متاخرین نے بوجہ ضرورت استثناء کیا ہے۔ قرآن سنانے میں کوئی ضرورت نہیں جس نے قرآن سنانے کو اذان پر قیاس کیا ہے وہ غلط ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: جو شخص قرآن نماز تراویح میں سنائے بغیر ٹھہرائے اور مانگے اگر آدمی کچھ اس کو بطور چندہ کے دیویں یہ لینا اس کو جائز ہے یا نہیں ہے اور دینے والے کو یہ دینا درست ہے یا نہیں۔

جواب: اگر حافظ کے دل میں لینے کا خیال نہ تھا اور پھر کسی نے دیا تو درست ہے اور جو حسب رواج وعرف دیتے ہیں۔ حافظ بھی لینے کے خیال سے پڑھتا ہے اگر چہ زبان سے کچھ نہیں کہتا تو درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رشیدیہ، ص:۳۹۲،۳۹۳، ط، دارالاشاعت، کراچی)

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

سوال: امام مسجد اگر حافظ نہ ہو اور مصلیان رمضان میں قرآن شریف سننے کے شائق ہوں تو کسی حافظ کو چندہ سے یا مسجد کی آمدنی سے جو مسجد کے اخراجات سے زائد ہو یا امام خود اپنی تنخواہ دیکر قرآن شریف پڑھوادے تو یہ دینا اور لینا جائز ہوگا یا نہیں؟ امام حافظ ہو لیکن کسی عذر سے قرآن نہیں سنا سکتا تو ایسی صورت میں اجرت دیکر سننا کیسا ہے؟ سامع اور قاری کا ایک ہی حکم ہے یا جدا؟ اور حافظ کو اجرت طے کئے بغیر مال زکوۃ سے دیں تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اجرت دیکر قرآن شریف سننا شرعا جائز نہیں لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں، اور اگر بغیر تعیین اجرت سنا جاوے اور ختم قرآن کے بعد بطور تبرع دیا جائے تو اصح قول کی بنا پر یہ صورت بھی ناجائز ہے، اور زکوۃ کا روپیہ اسکو دینا اگر مصرف

زکوۃ ہے زکوۃ کے خیال سے دیا جائے تو یہ جائز ہے اس وقت زکوۃ ادا ہو جائے گی، لیکن اگر قرآن شریف سنانے کے مقابلہ میں اس کو زکوۃ دی گئی تو پھر زکوۃ ادا نہ ہوگی، علی ہذا اگر امام مصرف زکوۃ نہ ہو اس وقت بھی زکوۃ ادا نہ ہوگی اور لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہوں گے، فقط خلیل احمد، بقلم ضیاء احمد۔ (فتاوی خلیلیہ، ص:۱۲۲، ۱۲۳، ط، مکتبۃ الشیخ کراچی)

حکیم الامت حضرت اقدس اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

سوال: (۱) حافظ جو تراویح میں سنائے اس کو دینا بھی جائز ہے یا لینا دینا دونوں ناجائز۔

(۲) اور اگر بلا اجرت حافظ نہ ملے تو اجرت پر مقرر کرے یا الم ترکیف سے تراویح پڑھ لے۔

(۳) اور جب امامت پر اجرت جائز ہے تو تراویح میں ایک قرآن بھی تو سنت مؤکدہ ہے اس پر اجرت کیوں ناجائز؟

جواب: (۱) میں تو ناجائز سمجھتا ہوں۔

(۲) میں تو الم ترکیف سے بتلا دیتا ہوں۔

(۳) جہاں فقہاء نے ایک ختم کو سنت کہا ہے جس سے ظاہراً سنت مؤکدہ مراد ہے وہاں پر یہ بھی لکھا ہے کہ جہاں لوگوں پر ثقیل ہو وہاں الم ترکیف وغیرہ سے پڑھ

دے پس جب تقلیل جماعت کے محذور سے بچنے کے لئے اس سنت کے ترک کی اجازت دیدی تو استیجار علی الطاعۃ کا محذور اس سے بڑھکر ہے اس سے بچنے کے لئے کیوں نہ کہا جاوے گا کہ الم ترکیف سے پڑھ لے اور اسی سے نمبر ا،۲ کی وجہ بھی معلوم ہوگئی ہوگی۔

سوال: اگر زید کو کوئی شخص بغیر اجرت طے کئے ہوئے اپنی خوشی سے دس پانچ روپیہ دیوے یا ایک ماہ کے لئے امام مقرر کر کے کچھ اجرت دیوے اس طور سے عندالشرع اجرت حلال ہوگی یا نہیں اور امامت کی صورت میں تو حلال ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں معلوم ہوتا کیونکہ علماء متاخرین نے امامت کی اجرت پر فتوی دیا ہے آپ کی کیا رائے ہے تفصیل وار تحریر کیجئے۔

جواب: یہ جواز کا فتوی اس وقت ہے جب امامت ہی مقصود ہو حالانکہ یہاں مقصود ختم تراویح ہے اور یہ محض ایک حیلہ۔ دیانات میں جو کہ معاملہ فی ما بین العبد وبین اللہ ہے حیل مفید جواز واقع نہیں ہوتے لہذا یہ ناجائز ہوگا۔ (امداد الفتاوی، ج: ا،ص: ۳۸۱،۳۸۲، ط، مکتبہ دار العلوم کراچی)

مفتی اعظم ہند مفتی محمد کفایت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

اجرت دیکر قرآن شریف تراویح میں پڑھوانا درست نہیں اگر بے اجرت

لئے ہوئے پڑھنے والا حافظ نہ ملے تو سورت تراویح پڑھنا بہتر ہے۔(کفایت المفتی، ج:۳،ص:۴۰۹، ط، دارالاشاعت کراچی)

مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

سوال: قیام رمضان میں ختم قرآن شریف کے غرض سے حافظ قاری کو لینے دینے کی نیت سے قرآن شریف سننا سنانا اور بعد میں لینا دینا کیسا ہے۔نیت دونوں کی لینے دینے کی ہوتی ہے بغیر اس کے کوئی سنتا سناتا نہیں۔اگر کسی مسجد میں قرآن شریف نہ سنا جاوے اور محض تراویح پڑھنے پر اکتفاء کیا جاوے تو وہ لوگ فضیلت قیام سے محروم ہوں گے یا نہیں۔

جواب: اجرت پر قرآن شریف پڑھنا درست نہیں ہے اور اس میں ثواب نہیں ہے اور بحکم المعروف کالمشروط جن کی نیت لینے دینے کی ہے وہ بھی اجرت کے حکم میں ہے اور ناجائز ہے۔اس حالت میں صرف تراویح پڑھنا اور اجرت کا قرآن شریف نہ سننا بہتر ہے اور صرف تراویح ادا کر لینے سے قیام رمضان کی فضیلت حاصل ہو جاوے گی۔

حضرت اقدس مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

سوال: جواز چندہ کے تمام شرائط کی رعایت کرنے پر تراویح کے روپے لینا

ان مصارف کیلئے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جو شخص مسجد کا امام معین نہیں اسکو محض تراویح سنانے پر کچھ روپیہ لینا ناجائز ہے۔اور اگر امام مسجد ہے تو اسکو محض تنخواہ معینہ کا لینا جائز ہے۔تراویح سنا کر اس سے زیادہ لینا ناجائز ہے خواہ کسی غرض کیلئے لیا جائے۔رہا یہ عذر کہ لوگ محض خوشی سے ہدیۃً دیتے ہیں، تراویح کا عوض نہیں دیتے۔سراسر غلط تاویل ہے۔اگر ہدیہ بطیّب نفس ہے عوض تراویح نہیں تو اور ایام میں کیوں نہیں دیتے؟ اور بدون تراویح سنے کیوں نہیں دیتے؟۔(امداد الاحکام، ج:۳،ص:۵۳۳،۵۳۴،ط، مکتبہ دار العلوم کراچی)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

سوال: عموماً تمام حفاظ ہمارے صوبہ بہار میں اجرت لے کر رمضان المبارک میں ختم قرآن پاک کرتے ہیں۔اب پوچھنا یہ ہے کہ اُجرت دے کر قرآن پاک سننے میں ثواب ہے یا نہیں اور مقتدیوں کی نماز ہوتی ہے یا نہیں اور اجرت دے کر قرآن مجید سننے سے بلا اجرت سورۃ تراویح پڑھنی بہتر وافضل ہے یا نہیں جواب باصواب سے ممنون ومشکور فرمایا جاوے۔والاجر عند اللہ جزیل۔؟

جواب: قال العینی فی شرح الھدایۃ ویمنع القاری للدنیا و

الآخذ والمعطي اٰثمان (ردالمحتار) وقال الخير الرملي في حاشية البحر. اقول المفتي به جواز الاخذ استحساناً على تعليم القرآن لا على القرأت المجردة كماصرح به التاتارخانيه . (ردالمحتار ، كتاب الاجارة، ج: ۵، ص: ۳۸)

عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اجرت لے کر قرآن پڑھنا اور پڑھوانا گناہ ہے اس لیے تراویح میں چند مختصر سورتوں سے بیس رکعت پڑھ لینا. بلاشبہ اس سے بہتر ہے کہ اجرت دے کر پورا قرآن پڑھوائیں کیونکہ پورا قرآن تراویح میں پڑھنا مستحب ہے اور اجرت دے کر قرآن پڑھوانا اور پڑھنا گناہ ہے اور گناہ سے بچنا بہ نسبت مستحب پر عمل کرنے کے لیے زیادہ ضروری ہے البتہ اگر کسی نے پڑھ لی تو نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں نماز ہوگئی اگرچہ مکروہ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (امداد المفتین کامل، ج: ۲، ص: ۳۶۵، دارالاشاعت کراچی)

فقیہ العصر مفتی اعظم مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

سوال: رمضان میں ختم قرآن پر قاری اور سامع اگر کچھ معاوضہ طے نہ کریں، ویسے ہی اہل مسجد انکی کچھ خدمت کردیں یا کپڑوں کا جوڑا بنادیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب: خدمت کے نام سے نقد یا کپڑے وغیرہ دینا بھی معاوضہ ہی ہے اور اجرت طے کرنے کی بنسبت زیادہ قبیح ہے، اس لئے کہ اسمیں دو گناہ ہیں، ایک قرآن سنانے پر اجرت کا گناہ اور دوسرا جہالت اجرت کا گناہ۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قاری اور سامع بھی للہ کام کرتے ہیں اور ہم بھی للہ ان کی خدمت کرتے ہیں معاوضہ مقصود نہیں، ایسے حیلہ بازوں کی نیت معلوم کرنے کے لئے حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ امتحان رکھا ہے کہ اگر قاری اور سامع کو کچھ بھی نہ ملے تو وہ آئندہ بھی اس مسجد میں خدمت کے لئے آمادہ ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور اہل مسجد کا امتحان یہ ہے کہ اگر یہ قاری اور سامع ان کی مسجد میں نہ آئیں تو بھی یہ لوگ ان کی خدمت کرتے ہیں یا نہیں؟ اب دور حاضر کے لوگوں کو اس کسوٹی پر لائیے، قاری اور سامع کو اگر کسی مسجد سے کچھ نہ ملا تو آئندہ وہ اس مسجد کی طرف رُخ بھی نہیں کریں گے اور اہل مسجد کا یہ حال ہے کہ جس قاری یا سامع نے ان کی مسجد میں کام نہیں کیا وہ خواہ کتنا ہی محتاج ہو ان کو اسکی زبوں حالی پر قطعاً کوئی رحم نہیں آتا، اس سے ثابت ہوا کہ جانبین کی نیت معاوضہ کی ہے اور للّٰہیت کے دعوے میں جھوٹے ہیں، لہٰذا اس طرح سننے اور سنانے والے سب سخت گنہگار اور فاسق ہیں، اور ایسے قاری کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

فرائض میں فاسق کی امامت کا یہ حکم ہے کہ اگر صالح امام میسر نہ ہو یا فاسق امام کو ہٹانے کی قدرت نہ ہو اسکی اقتداء میں نماز پڑھ لی جائے ترک جماعت جائز نہیں مگر تراویح کا حکم یہ ہے کہ کسی حال میں بھی فاسق کی اقتداء میں جائز نہیں، اگر صالح حافظ نہ

ملے تو چھوٹی سورتوں سے تراویح پڑھ لی جائیں، اگر محلّہ کی مسجد میں ایسا حافظ تراویح پڑھائے تو فرض مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کر کے تراویح الگ مکان میں پڑھیں۔

بالفرض کسی قاری کا مقصود معاوضہ نہ ہو تو بھی لین دین کے عرف کی وجہ سے اسکی توقع ہو گی اور کچھ نہ ملنے پر افسوس ہو گا، یہ اشراف نفس ہے جو حرام ہے۔

اگر کسی قاری کو اشراف نفس سے بھی پاک تصور کر لیا جائے تو بھی اس لین دین میں عام مروّج فعل حرام سے مشابہت اور اس کی تائید ہوتی ہے علاوہ ازیں دینی غیرت کے بھی خلاف ہے، اس لئے بہر کیف اس سے کلی اجتناب واجب ہے، فقط واللہ الموفق۔ (احسن الفتاوی، ج:۳، ص:۵۱۴، ۵۱۵، ط، ایجوکیشنل پریس کراچی)

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں رمضان شریف بروئے مذہب حنفی تراویح میں اجرت پر قرآن سننا کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: محض تراویح میں قرآن شریف سنانے پر اجرت لینا اور دینا جائز نہیں دینے والے اور لینے والے دونوں گنہگار ہوں گے اور ثواب سے محروم رہیں گے۔ اگر بلا اجرت سنانے والا نہ ملے تو ''الم ترکیف'' سے تراویح پڑھیں۔ (فتاوی محمودیہ، ج:۱۷، ص:۶۶)

فقیہ مِلّت مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

سوال: کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں ایک حافظ پہلے تو سامع رہا ہے اور اس کو رقم ملتی رہی، اب وہی سامع امام بننے لگا امکان ہے کہ اس کو رقم ملے گی بندہ اس بات سے اندازہ کرتا ہے کہ سامع ہونے کی حالت میں اس کو رقم ملتی رہی اب کیسے ہوسکتا ہے کہ امام کی حالت میں اس کو رقم نہ ملے۔ بینوا توا جروا۔

جواب: تراویح میں ختم قرآن پر اجرت مقرر کرلینا خواہ صراحۃً ہو جیسے بعض لوگ کرتے ہیں یا بطور عرف وعادت کے ہو جیسا کہ عموماً آج کل رائج ہے دونوں صورتوں میں دینا جائز نہیں۔ البتہ امامت اور تعلیم قرآن وفقہ واذان چند چیزوں کے متعلق متاخرین علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے کیونکہ یہ چیزیں ضروریات دین وشریعت سے ہیں جن کے چھوٹ جانے سے دینی فرائض کا تعطل لازم آجائے گا اس وجہ سے کہ لوگوں سے دینی امور میں کاہلی وسستی بالکل ظاہر ہوچکی ہے اور تراویح میں ختم قرآن کوئی فرض وواجب نہیں بلکہ سنت ہے سنت بھی اس قسم کی کہ اگر لوگوں پر ختم قرآن سے تراویح پڑھنا مشکل ہو اور تقلیل جماعت کی نوبت آتی ہو تو ختم قرآن کی بجائے الم ترکیف سے پڑھی جائیں اور چھوڑ دینا ختم قرآن کا جائز ہے تو ختم قرآن پر اجرت (بوجہ عدم وجوب ختم قرآن مجید کے) لینا جائز نہیں قرار دیا گیا کیونکہ

اصل مذہب یہی ہے کہ طاعات پر اجرت لینا جائز نہیں۔لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر یہ حافظ نماز پنجگانہ فرض کے لیے بھی اس مسجد کا مستقل امام ہے تو اس کے مشاہرہ میں زیادتی پورے سال کے لیے کر دیں۔لیکن صرف اس لیے لینا دینا کہ رمضان المبارک میں وہ ختم قرآن کر رہا ہے جائز نہیں اور اگر وہ صرف تراویح میں ختم قرآن شریف کرنے کے لیے رکھا گیا ہے تو لینا دینا چاہے باقاعدہ طے ہو یا اس کا عرف ہو جائز نہیں لیکن اگر پڑھنے والے کی کوئی غرض پڑھنے سے لینے کی نہیں اور دینے والے بھی غیر ضروری سمجھتے ہوئے بطور ہدیہ کچھ دیتے ہوں کہ اگر نہ بھی دیا جائے تو بھی شکایت نہ ہو تو اس صورت میں لینا جائز ہوگا۔لیکن آج کل چونکہ عرف اس کے خلاف ہے اس لیے یہی کہا جاتا ہے کہ جائز نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاوی مفتی محمود،ج:۲،ص:۹۲ے،۹۳ے، ط،اشتیاق اے مشتاق پریس،لاہور)

حضرت اقدس مولانا مفتی محمد نظام الدین اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

کسی مقام پر قرآن پڑھ کر یا سن کر خواہ تراویح میں ہو جیسے بھی ہو اجرت لینا جائز نہیں خواہ طے کر کے لے یا بغیر طے کئے ہوئے سب ناجائز ہے۔(منتخبات نظام

الفتاوی، ج:۳،ص:۲۴۶، ط، ایفا پبلیکیشنز، نئی دھلی، ہند)

حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالستار صاحب کا فتویٰ

سوال: ہمارے ہاں رمضان میں ختم تراویح پر حافظ صاحب کو پیسے کپڑے وغیرہ دیتے ہیں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں المعروف کالمشروط کے تحت یہ مشابہ اجرت کے ہے اس لئے جائز نہیں۔ نیز بعض مسافر حافظ آتے ہیں ان کے کھانے کا بندوبست کیا جاتا ہے کیا یہ بھی اجرت میں داخل ہے؟

جواب: یہ پیسے کپڑے مشابہ اجرت کے ہیں۔لہٰذا حضرات فقہاء نے اس سے منع کیا ہے کسی دوسرے موقعہ پر خدمت کر لی جائے تو گنجائش ہے۔مسافر حافظ کے کھانے پینے کا انتظام کرنا چاہئے۔(خیر الفتاوی، ج:۲،ص:۵۳۵،۵۳۶، ط، مکتبہ امدادیہ)

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ کا فتویٰ

سوال: حفاظ کرام تراویح کے لیے روپے متعین کرتے ہیں یا متولی سے کہتے ہیں کہ جو آپ چاہیں دیں یا متولی صاحب کہتے ہیں کہ ہم خوشی سے جو چاہیں گے دیں گے تو اس طرح کی تعیین جائز ہے۔

جواب: بے شک تراویح میں اجرت لینا دینا ناجائز ہے۔ لینے والا اور

دینے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔اس سے اچھا یہ ہے کہ الم ترکیف سے تراویح پڑھی جائے۔لوجہ اللہ امداد کرنا جائز ہے۔مگر اس زمانہ میں یہ کہاں ہے۔ایک مرتبہ پیسے نہ دیئے جائیں تو حافظ صاحب دوسری دفعہ نہیں آئیں گے تو اب للہ کہاں رہا۔

اصل مسئلہ یہی ہے مگر وہ مشکلات بھی نظر انداز نہ ہونی چاہئیں جو ہر سال اور تقریباً ہر ایک مسجد کے نمازیوں کو پیش آتی ہیں۔اس بنا پر ایک قابل عمل شکل یہ کہ جہاں لوجہ اللہ تراویح خوان حافظ نہ ملے وہاں تراویح پڑھانے والے کو ماہ رمضان کے لئے نائب امام بنایا جائے اور اس کے ذمہ ایک یا دو نماز سپرد کی جائے تو اس مذکور حیلہ سے تنخواہ لینا دینا جائز ہو جائے گا کیونکہ امامت کی اجرت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا فتوی ہے:۔

''اگر رمضان المبارک کے مہینے کے لئے حافظ کو تنخواہ پر رکھ لیا جائے اور ایک دو نمازوں میں اس کی امامت معین (مقرر) کر دی جائے تو یہ صورت جواز کی ہے۔کیونکہ امامت کی اجرت (تنخواہ) کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔'' محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی۔۲۷ شعبان ۱۳۷۰۔

حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ مفتی مظاہر علوم فرماتے ہیں:۔

''اصل مذہب تو عدم جواز ہی ہے۔لیکن حالت مذکورہ میں حیلہ مذکورہ کی گنجائش ہے۔'' محمود گنگوہی مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور۔۱۵ شعبان ۱۳۷۰۔(فتاوی رحیمیہ، ج:۶، ص:۲۳۴، ۲۳۵)

حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

اجرت لے کر تراویح پڑھانا جائز نہیں، اور ایسے حافظ کے پیچھے تراویح مکروہ تحریمی ہے، اس کے بجائے الم ترکیف کے ساتھ پڑھ لینا بہتر ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک دوسرے جگہ پر فرماتے ہیں کہ:

جس علاقے میں حافظوں کو اجرت دینے کا رواج ہو، وہاں ہدیہ بھی اجرت ہی سمجھا جاتا ہے، چنانچہ اگر کچھ نہ دیا جائے تو لوگ اس کا برا مناتے ہیں، اس لئے تراویح سنانے والے کو ہدیہ بھی نہیں لینا چاہئے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل اضافہ شدہ ایڈیشن، ج:۴، ص:۱۸۸، ۱۸۹)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا فتویٰ

سوال: رمضان میں حافظِ قرآن کے لئے لوگ چندہ جمع کرتے ہیں، اس

کو کپڑے وغیرہ دیتے ہیں، یا پہلے سے پیسے مقرر کر کے حافظ کو لاتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

جواب: تراویح پڑھانے کے لئے اجرت مقرر کرنا بالکل ناجائز ہے، اگر بغیر اجرت کے حافظ نہ ملتا ہو تو ”الم تر کیف ....الخ“ سے تراویح پڑھی جائے۔ ہاں !اگر کسی اجرت کے بغیر کسی حافظ نے تراویح پڑھائی اور کوئی شخص اپنی خوشی سے بطور ہدیہ اس کو کچھ پیش کرے تو اس کا لینا دینا جائز ہے، لیکن اوّل تو آج کل اس کا اتنا التزام کیا جاتا ہے کہ وہ بھی ایک طرح سے طے شدہ اجرت بن جاتی ہے، ایسے التزام سے پرہیز لازم ہے۔ دوسرے اس غرض کے لئے چندہ کرنے میں بہت سے مفاسد ہیں، اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ (فتاوی عثمانی، ج:۱ص:۴۶۰، ط، مکتبہ معارف القرآن کراچی)

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کا فتویٰ

سوال: تراویح پڑھانے والے کو مقتدی حضرات ہدیہ کے نام پر کچھ رقم دیتے ہیں، تو اس کا لینا کیا درست ہے؟ اور اگر تراویح پڑھانے والا باقاعدہ اس مسجد کا امام ہے، اس کو لوگ ہدیہ کے نام سے رقم دیں تو کیا وہ لے سکتا ہے؟

جواب: فقہاء نے "المعروف کا لمشروط" والے قاعدہ کے پیش نظر تراویح پڑھانے والے کو ہدیہ کے نام سے دی جانے والی رقم کو بھی لینے کی اجازت نہیں دی، پنج وقتہ نمازوں کا امام اگر تراویح پڑھاتا ہے، اور اس کو بھی تراویح کی وجہ سے ہدیہ میں کچھ پیش کیا جارہا ہے تو نہیں لینا چاہئے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔(محمود الفتاویٰ، ج:۱ص:۴۹۷،۴۹۸)

حضرت اقدس مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کا فتویٰ

سوال: زید حافظ قرآن ہے اور وہ ہر سال تراویح میں قرآن سناتا ہے اور اپنے قرآن سنانے کا روپیہ یعنی ہدیہ بھی لیتا ہے گذشتہ رمضان میں ختم قرآن کے دن ایک صاحب نے غیر ضروری شوشہ چھوڑا کہ قرآن سنانے کے پیسے لینا جائز نہیں اور اگر زید اگلے سال روپیہ لے کر قرآن سنانے کی بات کرے گا تو ہم زید کے پیچھے قرآن نہیں سنیں گے، جب کہ زید کہتا ہے کہ ہم اپنے قیمتی وقت اور محنت کے پیسے لیتے ہیں؟

جواب: تراویح میں قرآن مجید سنانے کی اجرت لینا جائز نہیں، اجرت سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص تراویح سے پہلے یا تراویح پڑھانے کے بعد معاوضہ کا مطالبہ کرے، یا اسی امید پر پڑھائے کہ لوگ اجرت ادا کریں گے، اگر اس کی امید نہ

ہوتی تو نہ پڑھاتا، ہاں اگر مطالبہ بھی نہیں تھا اور دل میں یہ خیال بھی نہ تھا کہ اگر اجرت نہیں ملے گی تو نہ پڑھاؤں گا، حافظ کے زبان و دل سے انکار کے باوجود لوگوں نے تحفہ پیش کر دیا تو اب اس کے قبول کر لینے کی گنجائش ہے، اس لئے کہ نہ اس میں طلب ہے اور نہ اشراف، قرآن کا سنانا عبادت ہے اور عبادت کے ادا کرنے میں جو محنت لگے اور وقت صرف ہو، اس کی اجرت لینا جائز نہیں، پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ تراویح میں ختم قرآن ضروری نہیں اور اسی پر تراویح کا درست ہونا موقوف نہیں۔ (کتاب الفتاوی، ج:۲،ص:۴۱۵، ۴۱۶، ط، زمزم پبلشرز، کراچی)

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی صاحب دامت برکاتہم کا فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: رمضان شریف سے بیشتر ہی حفاظ ممبئی، بنگلور، کرناٹک وغیرہ قرآن سنانے جاتے ہیں، باقاعدہ لوگ اجرت پر حفاظ سے تراویح میں قرآن سنتے ہیں، دس پندرہ ہزار روپئے تک مل جاتے ہیں، مفصل حکم قرآن و حدیث کی روشنی میں تحریر فرمادیں، تاکہ اس کی فوٹو کاپی ہر جگہ تقسیم کر دی جائے، شاید کسی کی اصلاح ہو جائے۔

جواب: تراویح میں قرآن کریم سنانے والے حافظ کو اجرت دینا اور حافظ صاحب کا اجرت لینا دونوں ناجائز اور حرام ہے۔ اور قرآن کریم سننے اور سنانے کا

ثواب کسی کو بھی نہ ملے گا، بلکہ سب گنہگار رہوں گے۔

وان القراءة لشيء من الدنيالاتجوز،وأن الآخذ والمعطى آثمان،لأن ذلک يشبه الاستئجار على القراءة ونفس الاستئجار عليهالايجوز.(شامی، باب قضاء الفوائت، مطلب فی بطلان الوصية بالختمات والتهاليل، کراچی ۲/۷۳، زکریا ۲/۵۳۴)

اورحدیث شریف میں ہے کہ قرآن کوحصول رضا خداوندی کا ذریعہ بناؤ، کمائی کاذریعہ نہ بناؤ۔

اقرؤا القرآن وابتغوا به فضل الله . الحديث (رواه أحمد۳/ ۳۵۷، رقم:۱٤۹۱٦)

تعلموا القرآن، فاذا علمتموه فلا تغلوا فيه، ولا تجفوا عنه، ولا تأكلوا به، ولا تستكثروا به. (رواه أحمد۳/ ٤٤٤، رقم: ۱۵۷۵۱)

اوراگراجرت طے نہ کرے، بلکہ بطورتحفہ ونذرانہ حافظ کودیا جائے اورحافظ صاحب بطورنذرانہ اس کوقبول کرلیں تو یہ بھی جائز نہ ہوگا، کیوں کہ یہ شرعی طور پر "المعروف كالمشروط" (کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، کراچی ۶/۵٦،زکریا ۹/۷٦) کےتحت داخل ہوکرنام کانذارنہ ہے،لیکن درحقیقت اجرت ہے،اس لئے کہ حافظ صاحب کومعلوم ہے کہ لوگ مجھے قرآن سنانے

کی بناپر کچھ دیں گےاور لوگوں کے دل میں بھی یہی ہوتا ہے کہ حافظ صاحب کو جاتے وقت کچھ دینا ہے اور اس طرح لینا دینا عادت اور معروف بھی ہے، لہٰذا یہ بھی جائز نہیں۔

اس لئے جہاں بلا اجرت حافظ قرآن نہ ملیں تو ایسی جگہوں میں ''الم ترکیف'' سے تراویح پڑھنی چاہئے ،تاکہ کم از کم ایک سنت تراویح ادا ہوتی رہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ قاسمیہ، ج:٨،ص:٥١٩، ٥٢٠، ط، مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے علاقہ میں حافظ بلا اجرت تراویح پڑھانے کے لئے نہیں ملتا اور اجرت لینا دینا جائز نہیں،تو پھر کیا رمضان المبارک کے مہینہ میں حافظ کو تنخواہ پر رکھ لیں اوراس کے ذمہ تراویح کے علاوہ عشاء وغیرہ ایک دووقت کی نماز لازم کردی جائے اور بقیہ نمازوں میں اگر زیادہ دشواری نہ ہوتو حاضری ضروری قرار دیا جائے اور چندہ کرکے یا پھر مسجد سے اس کی تنخواہ پوری کردی جائے، جیسا کہ اساطین ملت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ اور مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اورفقیہ الامت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ نے مذکورہ حیلہ کی گنجائش بتلائی ہے، جب کہ دیگر مفتیان کی تحقیقات اس کے برخلاف ہیں اور وہ لوگ ''**المعروف کالمشروط**'' تحت اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔

جواب: جو لوگ سوال نامہ میں درج کردہ حیلہ بتلاتے ہیں وہ ہماری سمجھ

سے بالاتر ہے، بہر حال اس طرح حیلہ کرنا بھی جواز کے دائرہ میں نہیں آسکتا، اس لئے کہ آئندہ اس حیلہ کے بغیر حافظ صاحب کو رکھا جائے اور کچھ نہ دیا جائے، تو وہ ہرگز نہیں آئے گا، اس لئے اس طرح اجرت لینے والے حافظ کے پیچھے قرآن سننے سے بہتر یہی ہے، کہ "الم ترکیف" سے تراویح پڑھی جائے۔ (فتاوی قاسمیہ، ج:٨ص: ٤٩٥، ط، مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

حضرت مولانا مفتی احمد ابراہیم بیمات رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

سوال: رمضان المبارک میں تراویح پڑھانے کے بعد بہ طورِ ہدیہ جو رقم دی جاتی ہے، اس کا لینا کیسا ہے؟

جواب: تراویح پڑھانے کے لیے اجرت جائز نہیں ہے۔

بہتر یہ ہے کہ تراویح پڑھانے والا ٹرسٹی (متولی) کے ساتھ بات کر کے ایک دو نماز پڑھانے کی ذمہ داری قبول کر کے اجرت طے کرے، اور تراویح فی سبیل اللہ پڑھائے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ فلاحیہ، ج:٢، ص:٦٤٤، ٦٤٥)

حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم کا فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: ہمارے علاقہ میں رمضان میں تراویح کے ہدیہ کا مسئلہ بہت زور پکڑ چکا ہے، ختم تراویح کے لئے باقاعدہ چندہ کیا جاتا ہے اور حافظ صاحب کو زیادہ سے زیادہ ہدیہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر حافظ کے ذمہ دو تین نمازیں کردی جائیں تو یہ ہدیہ اس کے لئے جائز ہو جائے گا تو سوال یہ ہے کہ نماز تراویح اور اس ختم قرآن کریم پر ہدیہ کا لین دین شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اولاً یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح باجماعت پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور بلا عذر تراویح کو چھوڑنا موجبِ گناہ ہے اسی اعتبار سے اس نماز کو شعائر اسلام میں سے شمار کیا جاتا ہے، پھر نماز تراویح میں پورا قرآن پڑھنا یہ الگ سے ایک سنت ہے مگر اس کا درجہ نفس تراویح کی حیثیت سے کم ہے اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر لوگ بوجھ محسوس کریں تو ختم کا اہتمام ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے یعنی اگر تراویح میں قرآن مکمل نہ کیا جائے تو اس سے نفس تراویح کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی ہے۔

اس تفصیل کے بعد یہ جاننا چاہئے کہ طاعت پر اجرت لینا متقدمین احناف کے نزدیک ناجائز ہے، لیکن ضرورت کی وجہ سے متأخرین فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے اور ضرورت کا مطلب یہ ہے کہ اجرت کی اجازت نہ دینے کی صورت میں سخت دینی نقصان کا اندیشہ ہو، چنانچہ دینی تعلیم و تعلم اور امامت واذان وغیرہ امور میں جواز اجارہ کی علت فقہاء نے یہی بتلائی ہے کہ اگر ان امور میں جواز کی بات نہ کہیں تو دینی شعائر کے

مٹ جانے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا، اس علت کی روشنی میں سنت مؤکدہ ہونے کی حیثیت سے نفس تراویح کی امامت تو امامت فرائض کے ساتھ ملحق اور تابع قرار پائے گی، لیکن اگر مقصود ختم قرآن ہو تو امامت فرائض کے ساتھ ملحق نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ تراویح میں ختم قرآن محض ایک سنت ہے اس کے نہ ہونے سے دین میں کوئی رخنہ پیدا نہیں ہوتا۔ پس خلاصہ یہ ہوا کہ شعائر دین کے تحفظ کے لئے مطلق امامت تراویح (جو ختم قرآن کی شرط کے ساتھ مشروط نہ ہو، مثلاً "الم ترکیف" یا "یجوز به الصلاة" قرأت سے تراویح میں امامت کی جائے) کو امامت فرائض کے ساتھ شامل کر کے اس پر اجرت کے لین دین کی گنجائش ہوگی، لیکن اگر اس کے ساتھ صراحۃً یا عرفاً ختم قرآن کی شرط لگا دی جائے گی تو اس کا عوض لینا جائز نہ ہوگا اور ہمارے علاقوں میں عرف یہی ہے کہ حافظ کو نفسِ تراویح کے بدلے کوئی عوض نہیں دیتا، بلکہ ختم قرآن ہی پر عوض دیا جاتا ہے، چنانچہ اگر کوئی حافظ ختم کئے بغیر کہیں چلا جائے تو اسے کوئی معاوضہ دینے کو تیار نہیں ہوتا، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ معاشرہ میں معاوضہ دینے کا رواج نفس تراویح پر نہیں ہے، بلکہ ختم قرآن پر ہے جس کی اجازت نہیں ہے، اس لئے کہ یہ آیت قرآنی: "ولا تشتروا بآیٰتی ثمنا قلیلا" البقرة: ۴۱" کی ممانعت کے تحت صراحۃً داخل ہے، اور اس کے متعلق جو حیلہ آپ نے سوال میں درج کیا ہے وہ جواز کے لئے کافی نہیں، کیونکہ جب مقصود ختم قرآن ہوگا تو فیما بینہ وبین اللہ یہ عوض درست نہ ہوگا، اور دیانت والے معاملات میں حیلے مفید حل واقع نہیں ہوتے۔ (امداد الفتاوی ۱/۴۷۱-۴۸۴)

دلائل حرمت اجرت:

قال اللّٰہ تعالٰی: ولا تشتروا بایٰتی ثمناًقلیلاً. (البقرۃ: ۴۱)

قال ابوالعالیة لاتأخذوا علیه أجرا. (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۲۲زکریا)

وقال علیه السلام اقرؤوا القرآن ولاتأکلوا به ولا تستکثروا به، ولا تجفوا عنه ولا تغلوا فیه. (المصنف لابن أبی شیبة ۲/ ۴۰۱، رقم:۷۸۲۵)

وقال علیه السلام: من قرأ القرآن یتأکل به الناس جاء یوم القیامة ووجهه عظم لیس علیه لحم. (رواه البیهقی فی شعب الایمان ۲/ ۵۳۳،رقم: ۲۶۲۵)

وقال علیه السلام: من قرأ القرآن فلیسأل اللّٰہ بهٖ فانه سیجیئ أقوام یقرؤون القرآن یسألون به الناس. (سنن الترمذی ۲/ ۱۱۹)

وقال عبداللّٰہ بن مسعود: انه سیجئی زمان یسئل فیه بالقرآن فاذا سألوا کم فلا تعطوهم. (رواه البیهقی فی شعب الایمان ۲/ ۵۳۴ رقم: ۲۶۳۱)

عن عبداللّٰہ بن معقل: أنه صلی بالناس فی شهر رمضان فلما کان یوم الفطر بعث الیه عبیداللّٰہ بن زیاد بحلة وبخمس مئة درهم

فـرِدّهـا، وقـال انا لانأخذ على القرآن أجراً. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٠٠/٢ رقم: ٧٨٢١)

قـال عـمـر رضـى الـلّٰه عنه: اقرؤوا القرآن وسلوا اللّٰه به قبل أن يـقـرأه قـوم يسـألـون الناس به. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٠١/٢ رقم: ٧٨٢٦)

دلائل اہمیت تراویح

التراويح سنة مؤكدة ومن لم يرهاسنة فهورافضى يقاتل كمن لم يـر الـجـمـاعة، وقال أهل السنة والجماعة: انها سنة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فعلها ثلاث ليال، وفى الخانية: سنة مؤكدة توارثها الخلف عن السلف مـن لـدن تـاريـخ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الى يومنا هذا، هـكـذا روى الـحسن عن أبى حنيفة رحمه اللّٰه وقد واظب عليها الخلفاء الراشدون. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣١٦/٢ رقم: ٢٥٣١)

التـراويـح سـنة مـؤكدة لمواظبة الخلفاء الرشدين للرجال و الـنسـاء اجـمـاعاً و وقتها بعد صلاة العشاء الى الفجر. وقال الشامي: سنة مؤكدة، صححه فى الهداية و غيرها وهو المروي عن أبى حنيفة، وفـى شـرح مـنية الـمصلي: وحكى غير واحد الاجماع على سنيتها . (درمختار مع الشامي ٤٩٣/٢ زكريا)

التراويح سنة باجماع الصحابة ومن بعدهم من الأمة منكرها مبتدع ضال مردود الشهادة، كما فى المضمرات، وانما ثبت العشرون بمواظبة الخلفاء الرشدين ماعدا الصديق رضى الله عنه، ففي البخارى: فتوفى رسول الله صلى الله عليه وسلم والأمر على ذلك فى خلافة أبي بكر وصدر من خلافة عمر حين جمعهم على أبي بن كعب فقام بهم في رمضان فكان ذلك أول اجتماع الناس على قاري واحد فى رمضان كمافى فتح البارى. (حاشية الطحطاوى ٤١١)

عبارات متعلقہ ختم قرآن در تراویح:

والختم مرة سنة و مرتين فضيلة و ثلاثا أفضل ولايترك الختم لكسل القوم لكن في الاختيار: الأفضل فى زماننا مالايثقل عليهم وأقره المصنف وغيره قال الشامى: لأن تكثير الجمع أفضل من تطويل القراءة، حليه عن المحيط. وفيه اشعار بأن هذا مبني على اختلاف الزمان فقد تتغير الأحكام لاختلاف الزمان فى كثير من المسائل على حسب المصالح ولهٰذا قال فى البحر: فالحاصل أن المصحح فى المذهب أن الختم سنة لكن لايلزم منه عدم تركه اذ لزم منه تنفير القوم تعطيل كثير من المساجد خصوصاً فى زماننا، فالظاهر اختيار الأخف على القوم. (درمختار مع الشامى ٢/٤٩٨ زكريا، بدائع الصنائع ١/٦٤٦ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية

۲/ ۳۲۴ رقم: ۲۵۵۲ زکریا، الفتاویٰ الهندية ۱/ ۱۱۷)

جوازِ اجارہ برتعلیم وامامت:

قال فی الهداية: الأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم، لايجوزالاستيجار عليها عندنا، لقوله عليه السلام: "اقرأوا القرآن ولاتأكلوا به" فالاستيجار على الطاعات مطلقاً لايصح عند أئمتنا الثلاثة، ولاشک أن التلاوة المجردة عن التعليم من أعظم الطاعات التی يطلب بها الثواب فلايصح الاستيجار عليها، لأن الاستيجار بيع المنافع، وليس للتالی منفعة سوی الثواب، ولايصح بيع الثواب، وقال العينی فی شرح الهداية معزياً للواقعات: ويمنع القاری للدنيا والأخذ والمعطی اٰثمان. (شامی ۹/ ۷۷ زكريا،تنقيح الفتاوی الحامدية ۲/ ۱۳۸ ،بحواله تعليقات:محموديه ۷/ ۱۷۸ ڈابھیل)

ولاتصح الاجارةلأجل الطاعات مثل الأذان والحج والامامة وتعليم القرآن والفقه ويفتی اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه و الامامة والأذان. (الدر المختارمع شامی ۹/ ۷٦ زكريا)

وقال العلامة فخر الدين الزيلعی: والفتوی اليوم على جواز الاستيجار لتعليم القرآن وهومذهب المتأخرين من مشائخ بلخ، استحسنوا ذلک، وقالوا بنی أصحابنا المتقدمون الجواب على

ماشاهدوا من قلة الحفاظ ورغبة الناس فيهم و كان لهم عطيات فى بيت المال وأما اليوم فذهب ذلک كله واشتغل الحفاظ بمعاشهم وقل من يعلم حسبة ولايتفرغون له ايضاً فان حاجتهم تمنعهم من ذالک، فلولم يفتتح لهم باب التعلم بالأجر لذهب القرآن فأفتوا بجواز ذالک. (تبيين الحقائق ۶/۱۱۷، هداية ۳/۳۰۳)

عدم جواز اجرت بر دیگر عبادات:

وقد اتفقت كلمتهم جميعاًعلى التصريح بأصل المذهب من عدم الجواز ثم استثنوا بعده ماعلمته فهذا دليل قاطع وبرهان ساطع على أن المفتى به ليس هو جواز الاستيجار على كل طاعة بل على ما ذكره فقط مما فيه ضرورة ظاهرة تبيح الخروج عن أصل المذهب. (شامى ۹/۷۷ زكريا)

والمعروف عرفا كالمشروط نصاً. (شامى ۷/۶۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۳/۱۱/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

(کتاب النوازل، ج:۵، ص:۱۲۹ تا ۱۳۴)

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد اسماعیل کچھولوی صاحب دامت برکاتہم کا فتویٰ

سوال: رمضان کے مہینہ میں تراویح پڑھانے والے حافظ صاحبان کے ہدیہ کے لئے چندہ کرنا کیسا ہے؟ چندہ کر کے ہدیہ دینا جائز ہے؟ کچھ جگہوں پر برسوں سے اس طرح ہدیہ دینے کا رواج ہے، دوسال سے ہمارے محلّہ میں بھی یہ چندہ بند کردیا ہے لیکن کچھ بھائی ہدیہ کے طور پر دے جاتے ہیں، تو اس طرح ہدیہ کے طور پر رقم لینا اور اس میں کچھ اضافہ کر کے ہدیہ لینا اور دینا کیسا ہے؟

جواب: رمضان کے مہینہ میں تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، اور تراویح میں پورے قرآن کا سننا اور پڑھنا یہ بھی الگ الگ سنت ہے، اور یہ بھی سنت مؤکدہ ہے۔

ہمارے یہاں تراویح میں قرآن سنانے والے کو ہدیہ دینے کا رواج ہوگیا ہے بہت سی جگہوں پر اس کے لئے پہلے سے ہی کچھ رقم متعین کردی جاتی ہے، اور پڑھانے والے کو بھی یقین ہوتا ہے کہ مجھے اسی وجہ سے ایک خاص رقم ملے گی، اور مسجد کے متولی کو معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں حافظ صاحب کو کوئی خاص رقم پڑھنے کے عوض دینی پڑے گی، اور نہ دیں گے تو کوئی پڑھانے نہیں آئے گا۔ تو اب دیکھنا چاہئے کہ تراویح میں قرآن شریف سنانے کے لئے اجرت لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور شریعت میں

اس کے لئے کیا حکم ہے؟

فقہ کی ہر کتاب میں لکھا ہوا ہے: کہ عبادت کے کام پر عوض کے طور اجرت لینا ناجائز اور حرام ہے، تراویح میں قرآن پاک پڑھنا ہی بہت ثواب کا کام اور بڑی عبادت ہے، اور اس پر اجرت لینے سے پڑھنے والا بھی گنہگار ہوتا ہے۔ (شامی: ۷۸)

اسی طرح فقہاء نے یہ بھی تصریح فرمائی ہے: کہ اگر کسی جگہ اجرت کے تراویح میں قرآن پاک سنانے والا نہ ملے تو "الم تر کیف" سے تراویح پڑھ لینی چاہئے، ایک سنت کے ادا کرنے کے لئے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے اس کام کے لئے چندہ کرنا یا چندہ کر کے پیسے دینا جائز نہیں ہے۔ اور اس میں پیسے دینے والے کو بھی ثواب نہیں ملے گا۔ امداد الفتاویٰ: ۱/۳۱۵ میں ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے: کہ ہر وہ عبادت جس کا کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ قرآن پڑھو اور اسے کمانے کا ذریعہ مت بناؤ۔

نیک اور اچھے کام کے لئے چندہ کرنا جائز ہے، لیکن جو کام گناہ ہو یا ناجائز ہو اس کے لئے چندہ کرنا بھی ناجائز ہے، اور چندہ دینے والوں کو بھی ثواب نہیں ملے گا، بلکہ گناہ کے کام میں مدد کرنے کی وجہ سے گناہ ہوگا۔ اس لئے جن لوگوں نے پیسے دیئے ہوں انہیں وہ پیسے واپس کر دینے چاہئے۔

بہت سی جگہ پر پڑھانے والے پیسے پہلے سے متعین نہیں کرتے، اور مسجد والے بھی متعین نہیں کرتے، لیکن بعد میں ہدیہ کے طور پر دیتے ہیں، وہ بھی ناجائز ہے، اس لئے فقہ کا قانون ہے کہ ''المعروف کالمشروط'' یا ہر مرتبہ کا دستور ہو جیسا کہ ہمارے یہاں تقریباً بہت سی مسجدوں میں یہی ہوتا ہے تو یہ بھی شرط کے درجہ ہی میں ہے...الخ۔ (فتاوی دینیہ، ج:۱،ص:۵۶۶تا۵۶۹)

حضرت مولانا مفتی زین الاسلام قاسمی الٰہ آبادی صاحب دامت برکاتہم کا فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

ایک مسجد میں امامت کے لیے مولانا مفتی......صاحب کا تقرر ہوا، منتظمہ کمیٹی نے پنجوقتہ نمازوں کی امامت کے لیے مفتی صاحب کا مشاہرہ، دس ہزار روپے طے کیا اور منتظمہ کمیٹی نے مفتی صاحب سے یہ کہا کہ اگر آپ جمعہ کے روز خطبہ سے قبل بیان فرمائیں گے تو فی جمعہ دوسو روپے کے لحاظ سے مزید آپ کی خدمت کی جائے گی، مفتی صاحب پنجوقتہ نمازوں کی امامت اور جمعہ کی خطابت کے لیے مذکورہ مشاہرہ پر راضی ہو گئے، مگر مفتی صاحب نے اپنی جانب سے یہ شرط لگائی کہ ماہ رمضان میں اضافی خدمت یعنی پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ روزانہ بعد نماز فرض عشاء مزید تیئیس

رکعتوں کی امامت کے لیے بیس ہزار روپے لوں گا، منتظمہ کمیٹی نے مفتی صاحب کی اس معقول شرط کو تسلیم کرلیا کہ جب خدمت میں اضافہ ہو تو مشاہرہ میں بھی اضافہ ہونا چاہیے، منتظمہ کمیٹی نے مفتی صاحب کو اس اضافی خدمت کے نتیجے میں طے شدہ مشاہرہ کے علاوہ بیس ہزار روپے دینا منظور کرلیا، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ پنجوقتہ نمازوں کی امامت کے علاوہ رمضان میں یومیہ ۲۳؍رکعتوں کی امامت کے لیے مفتی صاحب کو طے شدہ ۲۰؍ہزار روپے لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب: تراویح کی نماز کے لیے الگ سے معاوضہ طے کرنا درست نہیں، فی نفسہ امامت جو بالفعل ادائیگی نماز کے ساتھ بعض اور ذمہ داریوں (مثلاً پابندی اوقات وغیرہ) پر مشتمل ہوتی ہے، اس کی اجرت لینا فقہائے متأخرین کے قول پر جائز ہے، مگر ایک ایک نماز کے لیے رقم کی تعیین کرکے لینا ثقاہت اور وقار نماز کے خلاف ہے کہ عصر پڑھانے کا دس روپیہ اور مغرب پڑھانے کا پندرہ روپیہ، تراویح کی نماز فرض بھی نہیں ہے، نیز اس کی امامت سے مقصود قرآن سنانا اور اسی پر اجرت لینا ہوتا ہے اور قرآن سنانے کی اجرت کا لین دین ناجائز ہے، لہٰذا تراویح کی امامت کے لیے تنخواہ الگ سے مقررہ کرنا درست نہیں، منتظمہ کمیٹی کو چاہیے نماز تراویح کی امامت جملہ نماز میں شامل کرکے معاملہ طے کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (چند اہم عصری مسائل، ج:۱ص:۱۸۱،۱۸۲، ط، مکتبہ دارالعلوم دیوبند)

حضرت مولانا مفتی محمد جعفر ملی رحمانی صاحب دامت برکاتہم کا فتویٰ

حضرت مولانا مفتی محمد جعفر ملی رحمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

محض تراویح میں قرآن شریف سنانے پر اجرت لینا اور دینا جائز نہیں ہے، اجرت دینے والے اور لینے والے دونوں گنہگار ہوں گے، اجرت لینے والا قرآن سنانے کے ثواب سے محروم رہے گا، اور اگر بلا اجرت تراویح سنانے والا نہ ملے تو ”ألم تر کیف “ سے تراویح پڑھیں۔ (درسی وتعلیمی اہم مسائل، ص: ۴۲۰)

سامع کی اجرت کا شرعی حکم

سامع کی اجرت کے بارے میں حضرت اقدس اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امداد الفتاوی میں سامع کے لقمہ دینے کو تعلیم قرآن کے مشابہ قرار دے کر سامع کے لئے اجرت کو جائز قرار دیا ہے۔ لیکن بعد میں حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فتوی سے رجوع فرمالیا تھا۔ نیز فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے احسن الفتاوی میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ تعلیم نہیں ہے، بلکہ تذکیر ہے، جس پر اجرت ناجائز ہے، اس لئے سامع کو قاری کی طرح اجرت لینا حرام اور ناجائز ہے۔

حضرت اقدس اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں

تحریر فرماتے ہیں:

سماعت قرآن سے غرض یہ ہے کہ جہاں بھولے گا بتلاوے گا پس یہ تعلیم ہے اور تعلیم پر اجرت لینے کے جواز پر فتویٰ ہے بخلاف قراءۃ کے اس میں تعلیم مقصود نہیں اس لئے کلیہ حرمت اجر علی الطاعت میں داخل رہے گا۔ فقط واللہ اعلم۔ (امداد الفتاویٰ، ج:۱،ص:۳۸۹، ط، مکتبہ دار العلوم کراچی)

فقیہ العصر حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

سوال: سامع کو اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ جائز ہے اور امداد الفتاویٰ جلد اول کا حوالہ دیتا ہے، شرعا کیا حکم ہے؟ بینوا توا جروا

جواب: امداد الفتاوی میں اس کو تعلیم قرار دیکر اس پر اجرت کا جواز تحریر فرمایا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ یہ تعلیم نہیں بلکہ تذکیر ہے، ثانیاً اگر تعلیم ہونا تسلیم بھی کرلیا جائے تو یہ اس قسم کی ضروری تعلیم نہیں جس پر جواز اجرت کا فتویٰ ہے، جب تراویح میں ختم قرآن ہی ضروری نہیں اسی لئے اس پر اجرت لینا جائز نہیں تو قاری کی طرح سامع کو بھی اجرت لینا جائز نہیں، خواہ اجرت متعین ہو یا بلا تعیین بنام امداد و خدمت ہو بہر حال ناجائز ہے بلکہ بدون تعیین میں مزید قباحت یہ ہے کہ اس میں اجرت مجہول ہے اس لئے یہ اور بھی زیادہ شدید گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (احسن الفتاوی، ج:۳،ص: ۵۱۶، ط، ایجوکیشن پریس کراچی)

حضرت اقدس مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی نوراللہ مرقدہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سامع کو اجرت پر مقرر کرنا بھی اچھا نہیں ہے بلکہ ناجائز ہے۔ کیونکہ قرآن شریف کے پڑھنے اور سننے پر اجرت لینا حرام ہے۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند، ج:۴، ص:۲۱۷، ط، دارالاشاعت کراچی)

شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری دامت برکاتہم صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کا جو حکم اوپر بیان کیا گیا ہے وہی حفاظ کی اجرت یا نذرانہ کا ہے یعنی رمضان شریف میں تراویح میں جو حفاظ قرآن سناتے ہیں اور اس پر نذرانہ لیتے ہیں وہ در حقیقت اجرت ہے کیونکہ فقہی ضابطہ ہے کہ المعروف کالمشروط یعنی جس علاقہ میں یا جس مسجد میں دینے لینے کا رواج ہے وہاں طے کئے بغیر نذرانہ (ہدیہ) لینا بھی اجرت ہی ہے جو ناجائز ہے اور یہ حیلہ کرنا کہ ایک دو نمازیں حافظ کے ذمہ کر دی جائیں دو شرطوں کے ساتھ درست ہوسکتا ہے تنخواہ طے کی جائے ورنہ اجارہ فاسد ہوگا تراویح میں قرآن سنانا مشروط و معروف نہ ہو، اگر تراویح میں قرآن نہ بھی سنائے، تب بھی مقررہ تنخواہ ملے، ظاہر ہے کہ مذکورہ حیلہ میں دونوں باتیں نہیں پائی جاتیں اس لئے وہ حیلہ بھی درست نہیں، اور یہ خیال کہ اجرت یا نذرانہ جائز نہ ہوگا تو تراویح کے نظام میں یا حفظ قرآن کے نظام میں خلل واقع ہوگا درست نہیں،

تراویح تو چھوٹی سورتوں سے بھی قائم ہوسکتی ہے اور جن علاقوں میں حافظ کو کچھ نہیں دیا جاتا وہاں بھی بچے خوب قرآن یاد کرتے ہیں بلکہ یہ نذرانہ ہی حفظ قرآن کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ایسے حفاظ صرف ''رمضانی حافظ'' ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور حفظ قرآن کا جو اصل مقصد ہے وہ فوت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سامع کے لئے اجرت لینا بھی درست نہیں ہے۔ اور امداد الفتاویٰ ج:۱، ص:۴۹۶ سوال نمبر ۴۲۴ پر جو جواز کا فتویٰ ہے اس سے حضرت تھانوی قدس سرہ نے التذکیر حصہ سوم، التھذیب نمبر ۳ ص:۸۶ میں رجوع فرمالیا ہے۔ نیز فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (جدید) ج:۴، ص:۲۹۵ میں سامع کی اجرت کے عدم جواز کا فتویٰ ہے۔ (آپ فتوی کیسے دیں؟ ص:۴۴، ۴۵، ط، ادارۃ المعارف کراچی)

حضرت اقدس مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی صاحب دامت برکاتہم ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

جس طرح تراویح میں قرآن سنانے والے کو اجرت دینا اور لینا دونوں جائز نہیں، اسی طرح لقمہ دینے والے سامع کو اجرت لینا اور دینا بھی ناجائز اور حرام ہے، حضرت تھانویؒ نے تعلیم قرآن پر قیاس کرتے ہوئے کسی زمانہ میں اس کے جواز کا فتویٰ دیا تھا، پھر حضرت تھانویؒ نے اس فتویٰ سے رجوع فرمالیا تھا، جو ''التذکیر و التھذیب ص:۸۳'' میں مذکور ہے، اس لئے پہلے فتویٰ سے رجوع کرکے عدم جواز کا فیصلہ دیا ہے۔ (فتاوی قاسمیہ، ج:۸، ص:۵۴۶، ط، مکتبہ اشرفیہ، دیوبند، ہند)

حضرت اقدس مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

جس طرح قرآن سنانے والے کے لئے معاوضہ جائز نہیں ہے اسی طرح سامع کے لئے بھی معاوضہ لینا جائز نہیں ہے، اس مسئلہ میں پہلے حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے تعلیم قرآن پر قیاس کر کے جواز کا قول ارشاد فرمایا تھا، پھر بعد میں اس سے رجوع کر کے عدم جواز کا فتویٰ صادر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو: التذکیر و التہذیب ۸۳/۳....الخ۔ (کتاب النوازل، ج:۵، ص:۱۳۷، ط، المرکز العلمی للنشر والتحقیق لال باغ مرادآباد، ہند)

خلاصہ بحث:

(۱): طاعات پر اجرت لینا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناجائز ہے لیکن متأخرین مشائخ حنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ضرورۃً (اندیشہ ضیاع دین کی بناء پر) امامت، مؤذنی و تعلیم قرآن پر اجرت لینا کو جائز کہا ہے لہٰذا اب متأخرین کے قول پر ہی فتویٰ ہے۔

(۲): تراویح میں ختم قرآن پر اجرت مقرر کر لینا خواہ صراحۃً ہو جیسے بعض لوگ کرتے ہیں یا بطور عرف و عادت کے ہو جیسا کہ عموماً آج کل رائج ہے دونوں صورتوں میں دینا ناجائز ہے۔

(۳): اگر حافظ صاحب نماز پنجگانہ فرض کے لیے بھی اس مسجد کا مستقل امام

ہے جس میں وہ تراویح میں قرآن سنا رہے ہیں تو حافظ صاحب کے لیے اپنی اجرت (تنخواہ) سے زائد رقم لینا بھی جائز نہیں۔

(۴): اور اگر تراویح میں قرآن سنانے والا حافظ صاحب مصرف زکوۃ ہے، تو پھر اس کو بجائے اجرت دینے کے زکوۃ کا مال دینا چاہئے، زکوۃ کی نیت سے۔اس سے زکوۃ دینے والے کا زکوۃ بھی ادا ہو جائے گا اور حافظ صاحب کے ساتھ مالی امداد بھی ہوگا۔لیکن اگر قرآن شریف سنانے کے مقابلہ میں اس کو زکوۃ دی گئی تو پھر زکوۃ دینے والے کا زکوۃ ادا نہ ہوگی۔اور اگر حافظ صاحب مصرف زکوۃ نہ ہو تو پھر اس کو زکوۃ کا مال دینا بھی جائز نہیں۔

(۵): مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ، فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ، اور حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر رمضان المبارک کے مہینے کے لئے حافظ کو تنخواہ پر رکھ لیا جائے اور ایک دو نمازوں میں اس کی امامت مقرر کر دی جائے تو یہ صورت جواز کی ہے۔کیونکہ امامت کی اجرت کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔لیکن ان حضرات کے برخلاف حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا شبیر احمد القاسمی دامت برکاتہم اور مفتی سیّد سلمان منصوری پوری دامت برکاتہم مذکورہ بالا حیلہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ جواز کا فتویٰ اس وقت ہے جب امامت ہی مقصود ہو حالانکہ یہاں مقصود ختم تراویح ہے اور یہ محض ایک حیلہ ہے،

دیانات میں جو کہ معاملہ فی مابین العبد وبین اللہ ہے حیل مفید جواز واقعی نہیں ہوتے لہٰذا یہ ناجائز ہوگا۔ اور شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری دامت برکاتہم صاحب فرماتے ہیں کہ: ''یہ حیلہ کرنا کہ ایک دو نمازیں حافظ کے ذمہ کردی جائیں دو شرطوں کے ساتھ درست ہوسکتا ہے تنخواہ طے کی جائے ورنہ اجارہ فاسد ہوگا تراویح میں قرآن سنانا مشروط و معروف نہ ہو، اگر تراویح میں قرآن نہ بھی سنائے، تب بھی مقررہ تنخواہ ملے، ظاہر ہے کہ مذکورہ حیلہ میں دونوں باتیں نہیں پائی جاتیں اس لئے وہ حیلہ بھی درست نہیں''۔ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے اس قسم کے حیلوں سے اجتناب کیا جائے۔

(٦): جس طرح تراویح میں قرآن سنانے والے حافظ صاحب کے لیے اجرت لینا ناجائز ہے اسی طرح سامع کے لئے بھی اجرت لینا ناجائز ہے۔

(٧): اجرت لے کر تراویح میں قرآن سنانے والا شخص فاسق ہے، فرائض میں فاسق کی امامت کا حکم یہ ہے کہ اگر صالح امام میسر نہ ہو یا فاسق امام کو ہٹانے کی قدرت نہ ہوتو اسکی اقتداء میں نماز پڑھ لی جائے ترک جماعت جائز نہیں مگر تراویح کا حکم یہ ہے کہ کسی حال میں بھی فاسق کی اقتداء میں جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

☆ختم شد☆